بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

احمد آخری زمانہ کا رسول

سلسلہ کے لیئے دیکھو گذشتہ سے پیوستہ ریویو نمبر ۹

حضرت مسیح موعودؑ گو اُس زمانہ میں اپنے والد صاحب کی مدد کے لیئے اُن کے دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے لیکن آپ کا دل کسی اور طرف تھا۔ اور دست در کار و دل بایار کی مثال بنے ہوئے تھے۔ مقدمات سے ذرا فارغ ہوتے۔ تو خدا تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہو جاتے۔ اور ان سفروں میں جو آپ کو ان دنوں مقدمات میں کرنے پڑتے۔ آپ ایک وقت کی نماز بھی بے وقت نہ ہونے دیتے۔ بلکہ اپنے اوقات پر نماز ادا کرتے۔ بلکہ مقدمات کے وقت بھی نماز کو ضائع نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ تو ایسا ہوا۔ کہ آپ ایک ضروری مقدمہ کے لیئے جس کا اثر آئندہ بہت سے مقدمات پر پڑتا تھا۔ اور جس کے آپ کے حق میں ہو جانے کی صورت میں آپ کے بہت سے حقوق محفوظ ہو جاتے تھے۔ عدالت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت کوئی ضروری مقدمہ پیش تھا اس میں دیر ہوئی اور نماز کا وقت آگیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مجسٹریٹ تو اس مقدمہ میں مصروف ہے۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ تو آپ نے اس مقدمہ کو خدا کے حوالے کیا۔ اور خود ایک طرف جاکر وضو کیا اور درختوں کے سایہ تلے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جب نماز شروع کر دی تو عدالت سے آپ کے نام پر آواز پڑی آپ آرام سے نماز پڑھتے رہے۔ اور بالکل اس طرف توجہ نہ کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو یقین تھا۔ کہ مقدمہ میں فریق مخالف کو یک طرفہ ڈگری مل گئی ہوگی؛ کیونکہ عدالت ہائے کا قاعدہ ہے۔ کہ جب

ایک فریق حاضر عدالت نہ ہو۔ تو فریق مخالف کو یکطرفہ ڈگری دیجاتی ہے۔ اسی خیال سے عدالت میں پہنچے۔ چنانچہ جب عدالت میں پہنچے تو معلوم ہوا۔ کہ مقدمہ فیصل ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ فیصلۂ عدالت معلوم کرنا ضروری تھا۔ جاکر دریافت کیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ مجسٹریٹ نے جو ایک انگریز تھا۔ کاغذات پر ہی فیصلہ کر دیا۔ اور ڈگری آپکے حق میں دی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے آپکی طرف سے وکالت کی۔ غرض آپ ان دنیاوی کاموں میں اسی طرح مشغول تھے۔ جس طرح ایک شخص سے کوئی ایسا کام کرایا جائے جس کے کرنے پر وہ راضی نہ ہو۔ حالانکہ وہ کام خود آپ کے نفع کا تھا کیونکہ آپ کے والد کی جائداد کا محفوظ ہونا درحقیقت آپکی جائداد کا محفوظ ہونا تھا۔ کیونکہ آپ اُنکے وارث تھے پس آپکا باوجود عاقل و بالغ ہونیکے اس کام سے بیزار رہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دنیا سے بکلی متنفر تھے۔ اور خدا تعالیٰ ہی آپ کا مقصود تھا۔

آپ کی محنت کشی

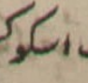
باوجود اسکے کہ آپ دنیا سے ایسے متنفر تھے۔ آپ سست ہرگز نہ تھے۔ بلکہ نہایت محنت کش تھے۔ اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا۔ کہ آپ کو جب کسی سفر پر جانا پڑتا تھا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے۔ اور آپ پیادہ پا بیس پچیس میل کا سفر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے۔ بلکہ اکثر اوقات آپ پیادہ ہی سفر کرتے تھے اور سواری پر کم چڑھتے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپکو آخر عمر تک تھی۔ اور ستّر سال سے متجاوز عمر میں جبکہ بعض سخت بیماریاں آپ کو لاحق تھیں۔ اکثر روزانہ ہوا خوری کے لیئے جاتے تھے۔ اور چار پانچ میل روزانہ پھر آتے اور بعض اوقات سات میل پیدل پھر لیتے تھے۔ اور بڑھاپے سے پہلے کا حال آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعض اوقات صبح کی نماز سے پہلے اُٹھکر (نماز کا وقت سورج نکلنے سے سوا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے) سیر کے لیئے چل پڑتے تھے۔ اور وڈالہ تک پہنچکر (جو بٹالہ کی سڑک پر قادیان سے قریباً ساڑھے پانچ میل پر ایک گاؤں ہے) صبح کی نماز کا وقت ہوتا تھا۔

آپکے والد کی وفات اور نئی مشکلات

آپ کی عمر قریباً چالیس سال کی تھی جبکہ ۱۸۷۶ء میں آپکے والد ایک دفعہ بیمار ہوئے اور گو انکی بیماری چنداں خوفناک نہ تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام بتایا۔ کہ الطارق وما الطارق یعنی رات کے آنیوالے کی قسم تو کیا جانتا ہے۔ کہ کیا ہے رات کو آنیوالا۔ اور ساتھ ہی تفہیم ہوئی۔ کہ اس الہام میں آپکے والد کی وفات کی خبر دیگئی ہے جو کہ بعد مغرب واقعہ ہوگی۔ گو حضرت صاحب کو اس سے پہلے ایک مدت سے رؤیائے صالحہ ہو رہے تھے۔ جو اپنے وقت پر نہایت صفائی سے پورے ہوتے تھے۔ اور جنکے گواہ ہندو اور سکھ بھی تھے۔ اور اب تک بعض ان میں سے موجود ہیں۔ لیکن الہامات میں سے یہ پہلا الہام ہے۔ جو آپ کو ہوا۔ اور اس الہام کے ذریعہ سے گویا خدا تعالےٰ نے اپنی محبت کے ساتھ آپ کو بتایا۔ کہ تیرا دنیا دی باپ فوت ہوتا ہے۔ لیکن آج سے میں تیرا آسمانی باپ ہوتا ہوں۔ غرض پہلا الہام جو حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا وہ یہی تھا جس میں آپ کو آپکے والد کی وفات کی خبر دی گئی تھی اس خبر پر بالطبع آپکے دل میں رنج پیدا ہونا تھا۔ چنانچہ آپ کو اس خبر سے صدمہ پیدا ہوا اور دل میں خیال گذرا۔ کہ اب ہمارے گذارے کی کیا صورت ہوگی جسپر دوسری دفعہ پھر الہام ہوا۔ اور آپکو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے تسلی دی۔ اس واقعہ کو میں اسجگہ خود حضرت مسیح موعودؑ کے ہی الفاظ میں لکھدینا مناسب سمجھتا ہوں آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب مجھے یہ خبر دیگئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونیکے بعد فوت ہوجائیں گے تو یہ موجب مقتضائے بشریت کے مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ انہی کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے۔ اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے

جو انکی حیات سے مشروط تھی اس لیئے یہ خیال گذرا۔ کہ انکی وفات کے بعد کیا ہوگا اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شاید تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں گذر گیا۔ تب اسی وقت غنودگی ہو کر یہ دوسرا الہام ہوا۔ اَلیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لیئے کافی نہیں ہے؟ اس الہام الٰہی کے ساتھ ایسا دل قوی ہوا۔ کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے..... جب مجھکو الہام ہوا کہ اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ تو مَیں نے اسی وقت سے سمجھ لیا۔ کہ خدا مجھے ضائع نہیں کریگا۔ تب مَیں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے (اب بھی زندہ ہے مصنف کتاب ہذا) وہ الہام لکھکر دیا۔ اور سارا قصہ اسکو سنایا۔ اور اسکو امرتسر بھیجا کہ تا حکیم مولوی محمد شریف کلانوری کی معرفت اسکو کسی نگینہ میں کھدوا کر اور مہر بنوا کر لے آوے۔ اور مَیں نے اس ہندو کو اس کام کے لیئے محض اس غرض سے اختیار کیا کہ وہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا گواہ ہو جاوے۔ اور تا مولوی محمد شریف بھی گواہ ہو جائے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے وہ انگشتری بصرف مبلغ پانچ روپیہ تیار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی۔ جو اب تک میرے پاس موجود ہے جس کا نشان یہ ہے



غرض جس دن حضرتؑ کے والد نے وفات پائی تھی اس دن مغرب سے چند گھنٹے پہلے انکی وفات کی اطلاع آپ کو دیگئی۔ اور بعد میں خدا تعالیٰ نے تسلّی فرما دی کہ گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی تمہارا انتظام فرما دیگا۔ جس دن یہ الہامات ہوئے اسی دن شام کو بعد مغرب آپکے والد فوت ہو گئے۔ اور آپ کی زندگی کا ایک نیا دَور شروع ہوا۔

آپکے والد صاحب کی جائداد کچھ مکانات اور دوکانات بٹالہ امرتسر اور گورداسپور میں تھی۔ اور کچھ مکانات اور دوکانیں اور زمین قادیان میں تھی

چونکہ آپ دو بھائی تھے۔ اس لیئے شرعاً و قانوناً وہ جائداد آپ دونوں کے حصہ میں آتی تھی۔ اور آپکا حصہ آپکے گذارہ کے لیئے کافی تھا۔ لیکن آپنے اپنے بڑے بھائی سے وہ جائداد تقسیم نہیں کرائی۔ اور جو کچھ وہ دیتے۔ اُسپر گذارہ کر لیتے اور اس طرح گویا والد کے قائم مقام آپکے بڑے بھائی ہو گئے۔ لیکن چونکہ وہ ملازم تھے اور گورداسپور رہتے تھے۔ اسلیئے ان دنوں آپکو بہت تکلیف شروع ہو گئی حتّٰی کہ ضروریات زندگی کے حاصل کرنے میں بھی آپکو تکلیف ہوتی تھی۔ اور یہ تکلیف آپکو آپکے بھائی کی وفات تک برابر رہی۔ اور یہ گویا آپکے لیئے آزمایش کے سال تھے۔ اور آپنے ان آزمایش کے دنوں میں جس صبر و استقلال سے کام لیا وہ آپکے درجہ کی بلندی کی بیّن علامت ہے کیونکہ باوجود اسکے کہ آپ کا اپنے والد صاحب کی متروکہ جائداد پر برابر کا حصہ تھا۔ پھر بھی آپنے انکی دنیا کی طرف رغبت دیکھکر ان سے اپنا حصہ طلب نہ کیا۔ اور محض کھانے اور کپڑے پر کفایت کی۔ گو آپکے بھائی بھی اپنی طبیعت کے مطابق آپکی ضروریات کے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور آپسے ایک حد تک محبت بھی رکھتے تھے۔ اور کسی قدر ادب بھی کرتے تھے۔ لیکن باوجود اسکے چونکہ وہ دنیاداری میں بالکل منہمک تھے اور حضرت صاحب دنیا سے بالکل متنفر تھے۔ اس لیئے وہ آپکو ضرورت زمانہ سے ناواقف اور سست سمجھتے تھے۔ اور بعض دفعہ اس بات پر اظہار افسوس بھی کرتے تھے کہ آپ کسی کام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی اخبار کے منگوانے کے لیئے آپنے ان سے ایک نہایت قلیل رقم منگوائی۔ تو انہوں نے باوجود اسکے کہ آپکی جائداد پر قابض تھے۔ انکار کر دیا۔ اور کہا کہ یہ اسراف ہے۔ کام تو کچھ کرتے نہیں۔ اور یوں ہی بیٹھے کتب و اخبار کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ غرض آپکے بھائی صاحب بوجہ دنیاداری میں کمال درجہ کے مشغول ہونے کے آپکی ضروریات کو نہ خود سمجھ سکتے تھے۔ اور نہ انکو پورا کرنے کی طرف متوجہ تھے۔ جس کی وجہ سے آپکو بہت کچھ تکلیف پہنچتی۔ مگر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ آپکے

بھائی بھی اکثر قادیان سے باہر رہتے تھے۔ اور انکے پیچھے انکے منتظمین آپ کے تنگ کرنے میں خاص طور پر کوشاں رہتے ٭

آپ کا مجاہدہ اور تکلیف

انہی ایام میں آپکو بتایا گیا۔ کہ الٰہی انعامات کے حاصل کرنے کے لیئے کچھ مجاہدہ کی بھی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ آپکو روزے رکھنے چاہئیں۔ اس حکم کے ماتحت آپنے متواتر چھ ماہ کے روزے رکھے۔ اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپکا کھانا جب گھر سے آتا۔ تو آپ بعض غربا میں تقسیم کر دیتے۔ اور جب روزہ کھولکر گھر سے کھانا منگواتے۔ تو وہاں سے جواب صاف ملتا۔ اور آپ صرف پانی پر یا اور کسی ایسی ہی چیز پر وقت گذار لیتے۔ اور صبح پھر اُٹھ پھر ہی روزہ رکھ لیتے۔ غرض یہ زمانہ آپ کیلئے ایک بڑے مجاہدات کا زمانہ تھا۔ جسے آپنے نہایت صبر و استقلال سے گذارا سخت سے سخت تکالیف کے ایام میں بھی اشارۃً اور کنایۃً کبھی جائداد میں سے اپنا حصہ لینے کی تحریک نہیں کی۔

آپ کا ایثار

نہ صرف روزوں کے دنوں میں بلکہ یوں بھی آپ کی عادت تھی کہ ہمیشہ کھانا غرباء میں بانٹ دیتے تھے اور بعض دفعہ ایک چپاتی کا نصف جو ایک چھٹانک سے زیادہ نہیں ہوسکتا آپکے لیئے بچتا تھا۔ اور آپ اسی پر گذارہ کرتے تھے۔ بعض دفعہ صرف چنے بھنوا کر کھا لیتے۔ اور اپنا کھانا سب غرباء کو دیدیتے۔ چنانچہ کئی غریب آپکے ساتھ رہتے تھے۔ اور دونوں بھائیوں کی مجلسوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایک بھائی کی مجلس میں سب کھاتے پیتے آدمی جمع ہوتے تھے اور دوسرے بھائی کی مجلس میں غریبوں اور محتاجوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جن کو وہ اپنے قلیل آذوقہ میں شریک کرتا تھا۔ اور اپنی جان پر ان کو مقدم کر لیتا تھا ٭

حضرت مسیح موعودؑ کا پبلک میں آنا

انہی ایّام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدمت اسلام کے لئے کوشش شروع کی اور مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کیئے جن کی وجہ سے آپکا نام خود بخود گوشہ تنہائی سے نکل کر میدان شہرت میں آ گیا۔ لیکن آپ خود اسی گوشۂ تنہائی ہی میں تھے۔ اور باہر کم نکلتے تھے بلکہ مسجد کے ایک حجرہ میں جو صرف (۶ × ۵) فیٹ کے قریب لمبا اور چوڑا تھا رہتے تھے۔ اور اگر کوئی آدمی ملنے کے آجاتا تو مسجد سے باہر نکل کر بیٹھ جاتے یا گھر میں آ کر بیٹھے رہتے۔ غرض اس زمانہ میں آپ کا نام تو باہر نکلنا شروع ہوا۔ لیکن آپ باہر نہ نکلے بلکہ اسی گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کرتے۔

الہاموں کی کثرت

ان مجاہدات کے دنوں میں آپ کو کثرت سے الہامات ہونے شروع ہو گئے اور بعض امور غیبیہ پر بھی اطلاع ملتی۔ جو اپنے وقت پر پوری ہو جاتے اور آپکے ایمان کی زیادتی کا موجب ہوتے۔ اور آپکے دوست جن میں بعض ہندو اور سکھ بھی شامل تھے۔ اِن باتوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے۔

براہین احمدیہ اشتہار

پہلے تو آپنے صرف اخبارات میں مضامین دینے شروع کیئے لیکن جب دیکھا کہ دشمنان اسلام اپنے حملوں میں بڑھتے جاتے ہیں اور مسلمان انکے حملوں کی تاب نہ لا کر پس پا ہو رہے ہیں تو آپکے دل میں غیرت اسلام نے جوش مارا اور آپنے اللہ تعالیٰ کے الہام و وحی کے ماتحت مامور ہو کر ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب تحریر فرمائیں جس میں اسلام کی صداقت کے وہ اصول بیان کیئے جائیں جن کے

مقابلہ سے مخالف عاجز ہوں۔ اور آئندہ انکو اسلام کے مقابلہ کی جرأت نہ ہو۔ اور اگر وہ مقابلہ کریں تو ہر ایک مسلمان انکے حملہ کو رد کر سکے۔ چنانچہ اس ارادہ کے ساتھ آپنے وہ عظیم الشان کتاب لکھنی شروع کی جو براہین احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی نظیر کسی انسان کی تصانیف میں نہیں ملتی۔ جب ایک حصہ مضمون کا تیار ہو گیا تو اس کی اشاعت کے لیئے آپنے مختلف جگہ پر تحریک کی اور بعض لوگوں کی امداد سے جو آپکے مضامین کی وجہ سے پہلے ہی آپکی لیاقت کے قائل تھے۔ اس کا پہلا حصہ جو صرف اشتہار کے طور پر تھا شائع کیا گیا۔ اس حصہ کا شائع ہونا تھا کہ ملک میں شور پڑ گیا اور گو پہلا حصہ صرف کتاب کا اشتہار تھا۔ لیکن اس میں بھی صداقت کے ثابت کرنے کے لیئے ایسے اصول بتائے گئے تھے کہ ہر ایک شخص جس نے اسے دیکھا اس کتاب کی عظمت کا قائل ہو گیا۔ اس اشتہار میں آپنے یہ بھی شرط رکھی تھی کہ اگر وہ خوبیاں جو آپ اسلام کی پیش کرینگے وہی کسی اور مذہب کا پیرو اپنے مذہب میں دکھا دے یا انسے نصف بلکہ چوتھا حصہ ہی اپنے مذہب میں ثابت کر دے تو آپ اپنی سب جائداد جس کی قیمت دس ہزار روپے کے قریب ہوگی اسے بطور انعام کے دیں گے (یہ ایک ہی موقعہ ہے جس میں آپکے اپنی جائداد سے اس وقت فائدہ اٹھایا۔ اور اسلام کی خوبیوں کے ثابت کرنیکے لیئے بطور انعام مقرر کیا تا کہ مختلف مذاہب کے پیرو کسی طرح میدانِ مقابلہ میں آجائیں اور اس طرح اسلام کی فتح ثابت ہو۔) یہ پہلا حصہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ پھر اس کتاب کا دوسرا حصہ ۱۸۸۱ء میں اور تیسرا ۱۸۸۲ء میں اور چوتھا ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔ گو جس رنگ میں آپ کا ارادہ کتاب لکھنے کا تھا وہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ کیونکہ اس کتاب کی تحریر کے درمیان میں ہی آپ کو بذریعہ الہام بتایا گیا کہ آپکے لیئے اشاعت اسلام کی خدمت کسی اور رنگ میں مقدر ہے۔ لیکن جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا وہی دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لیئے کافی تھا۔ اور اس کتاب کی اشاعت کے بعد آپکے دوست دشمن سب کو

آپ کی قابلیت کا اقرار کرنا پڑا۔ اور مخالفین اسلام پر ایسا رُعب پڑا کہ ان میں سے کوئی شخص اس کتاب کا جواب نہ دے سکا۔ مسلمانوں کو اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ وہ بلا آپکے دعوے کے آپ کو مجدد تسلیم کرنے لگے اور اُسوقت کے بڑی بڑی علماء آپ کی لیاقت کا لوہا مان گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اُسوقت تمام اہل حدیث وہابی فرقہ کے سرگروہ تھے اور وہابی فرقہ میں انکو خاص عزت حاصل تھی اور اسی وجہ سے گورنمنٹ کے ہاں بھی اُن کی عزت تھی۔ انہوں نے اس کتاب کی تعریف میں ایک لمبا آرٹیکل لکھا اور بڑے زور سے اس کی تائید کی اور لکھا کہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں ایسی کتاب کوئی نہیں لکھی گئی ؛

اس کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعض الہامات بھی لکھے ہیں جن میں سے بعض کا یہاں بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ کیونکہ بعد کے واقعات سے اُن کے غلط یا درست ہونیکا پتہ لگتا ہے :-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا مگر خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"

"یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق"

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

یہ وہ الہامات ہیں جو براہین احمدیہ میں ۱۸۸۴ء میں شائع کیے گئے تھے جبکہ آپ دنیا میں ایک کس مپرس آدمی کی حالت میں تھے لیکن اس کتاب کا نکلنا تھا کہ آپ کی شہرت ہندوستان میں دُور دُور تک پھیل گئی اور بہت لوگوں کی نظریں مصنف براہین احمدیہ کی طرف لگ گئیں کہ یہ اسلام کا پُشتی بان ہوگا اور اُسے دشمنوں کے حملوں سے بچائیگا۔ اور یہ خیال اُنکا بالکل درست تھا لیکن خدائے تعالیٰ اِسے اور رنگ میں پورا کرنے والا تھا اور واقعات یہ ثابت کرنیوالے تھے کہ جو لوگ اُن دنوں اُس پر جان فدا کرنیکے لیئے تیار ہوگئے تھے وہی اس کے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور ہر طرح اسکو نقصان پہنچانے کی کوشش کرینگے

اور آپکی قبولیت کسی انسانی امداد کے سہارے نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کے زبردست حملوں کے ذریعے سے مقدر تھی۔

آپکے بھائی صاحب کی وفات

۱۸۸۴ء میں آپکے بھائی صاحب بھی فوت ہو گئے اور چونکہ وہ لاولد تھے۔ اس لیئے ان کے وارث بھی آپ ہی تھے۔ لیکن اُسوقت بھی آپنے انکی بیوہ کی دلدہی کے لیئے جائداد پر قبضہ نہ کیا اور انکی درخواست پر نصف حصہ تو مرزا سلطان احمد صاحب کے نام پر لکھ دیا جنہیں آپ کی بھاوج نے رسمی طور پر متبنٰے قرار دیا تھا۔ آپکے تبنیت کے سوال پر تو صاف لکھ دیا کہ اسلام میں جائز نہیں لیکن مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوہ کی دلدہی اور خبرگیری کے لیئے اپنی جائداد کا نصف حصہ بخوشی خاطر دیدیا۔ اور باقی نصف پر بھی خود قبضہ نہ کیا بلکہ مدت تک آپکے رشتہ داروں ہی کے قبضہ میں رہا۔

بھائی کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد آپنے الہام الٰہی کے ماتحت دوسری شادی دہلی میں کی۔ چونکہ براہین احمدیہ شائع ہو چکی تھی اب کوئی کوئی شخص آپکو دیکھنے کے لیئے آنے لگا تھا اور قادیان جو دنیا سے بالکل ایک کنارہ پر ہے مہینہ دو مہینے کے بعد کسی نہ کسی مہمان کی قیام گاہ بنجاتی تھی۔ اور چونکہ لوگ براہین احمدیہ سے واقف ہوتے جاتے تھے آپکی شہرت بڑھتی جاتی تھی اور یہ براہین احمدیہ ہی تھی جسے پڑھکر وہ عظیم الشان انسان جس کی لیاقت اور علمیت کے دوست دشمن قائل تھے اور جس حلقہ میں وہ بیٹھتا تھا خواہ یوروپینز کا ہو یا دیسیوں کا اپنی لیاقت کا سکہ اُن سے منواتا تھا۔ آپکا عاشق وشیدا ہو گیا۔ اور باوجود خود ہی ہزاروں کا معشوق ہونے کے آپکا عاشق ہونا اس نے اپنا فخر سمجھا۔ میری مراد استاذی المکرم حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب سے ہے۔ جو براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت جموں میں مہاراجہ کے

خاص طبیب تھے۔ انہوں نے وہاں ہی براہین احمدیہ پڑھی اور ایسے فریفتہ ہوئے کہ تادم مرگ حضرت صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔

غرض براہین احمدیہ کا اثر رفتہ رفتہ بڑھنا شروع ہوا اور بعض لوگوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ بیعت لیں۔ لیکن آپنے بیعت لینے سے ہمیشہ انکار کیا اور یہی جواب دیا کہ ہمارے سب کام خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں حتیٰ کہ ۱۸۸۸ء کا دسمبر آگیا جبکہ آپکو الہام کے ذریعے لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا گیا۔ اور پہلی بیعت ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ کے مقام پر میاں احمد جان نامی ایک مخلص تھے انکے مکان پر ہوئی اور سب سے پہلے حضرت مولینا مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور اس دن چالیس کے قریب آدمیوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ کچھ لوگ بیعت میں شامل ہوتے رہے۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں ایک اور تغیر عظیم ہوا یعنی حضرت مرزا صاحب کو الہام کے ذریعے بتایا گیا کہ حضرت مسیحؑ ناصری جن کے دوبارہ آنے کے مسلمان اور مسیحی دونوں قائل ہیں فوت ہو چکے اور ایسے فوت ہوئے ہیں کہ پھر واپس نہیں آسکیں گے اور یہ کہ مسیحؑ کی بعثت ثانیہ سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو انکی خُو بُو پر آئے اور وہ آپ ہی ہیں۔ جب اس بات پر آپ کو شرح صدر ہو گیا اور بار بار الہام سے آپکو مجبور کیا گیا کہ آپ اس بات کا اعلان کریں تو آپ کو مجبوراً اس کام کے لیئے اُٹھنا پڑا۔ قادیان میں ہی آپ کو یہ الہام ہوا تھا۔ آپنے گھر میں فرمایا کہ اب ایک ایسی بات میرے سپرد کی گئی ہے کہ اس سے سخت مخالفت ہو گی اسکے بعد آپ لدھیانہ چلے گئے۔ اور مسیح موعود ہونے کا اعلان ۱۸۹۱ء میں بذریعہ ایک اشتہار کے شائع کیا گیا۔ اس اعلان کا شائع ہونا تھا کہ ہندوستان بھر میں ایک شور پڑ گیا اور اس قدر مخالفت ہوئی کہ الامان! وہی علماء جو آپ کی تائید کرتے تھے آپ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں آپ کی تائید میں زبردست آرٹیکل

لکھے تھے انہوں نے آپکے خلاف زمین و آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ اور لکھا کہ مَیں نے ہی اس شخص کو چڑھایا تھا اور اب مَیں ہی اسے گرا دونگا یعنی میری ہی تائید سے ان کی کچھ عظمت قائم ہوئی تھی اب مَیں اتنی مخالفت کرونگا کہ یہ لوگوں کی نظروں سے گر جائیں گے اور بدنام ہو جائیں گے۔ مولوی صاحب مع بعض دیگر علماء کے لدھیانہ بھی پہنچے اور مباحثہ کا چیلنج دیا جو حضرت مسیح موعودؑ نے منظور بھی فرما لیا لیکن مباحثہ میں مخالف فریق نے اس قسم کی کج بحثیاں شروع کیں کہ کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور جب ڈپٹی کمشنر صاحب نے دیکھا کہ ایک فتنہ عظیم برپا ہے اور قریب ہے کہ کوئی صورت غدر کی پیدا ہو جائے تو انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایک خاص حکم کے ذریعے لدھیانہ سے اُسی دن چلے جانے پر مجبور کیا۔ اسپر بعض دوستوں کے مشورہ سے کہ شاید ایسا حکم آپکے متعلق بھی جاری ہو آپ لدھیانہ سے امرتسر تشریف لے آئے اور آٹھ دن وہاں رہے۔ لیکن بعد میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب نے دریافت کرنے پر بتایا کہ آپکے متعلق کوئی حکم نہ تھا۔ جس پر آپ پھر لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں ہفتہ بھر کے قریب رہے اور پھر قادیان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد کچھ مدّت قادیان رہکر پھر لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں کچھ مدّت رہے اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے جہاں آپ ۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۱ء کی صبح کو پہنچے۔ چونکہ دہلی اس زمانہ میں تمام ہندوستان کا علمی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کے لوگوں میں پہلے سے ہی آپکے خلاف جوش پھیلایا جاتا تھا۔ آپکے وہاں پہنچتے ہی وہاں کے علماء میں ایک جوش پیدا ہوا اور انہوں نے آپکو مباحثہ کے چیلنج دینے شروع کیئے اور مولوی نذیر حسین جو تمام ہندوستان کے علماء اہل حدیث کے اُستاد تھے ان سے مباحثہ قرار پایا۔ مسجد جامع مقامِ مباحثہ قرار پائی لیکن مباحثہ کی یہ سب قرارداد مخالفین نے خود ہی کر لی۔ کوئی اطلاع آپکو نہ دی گئی۔ عین وقت پر حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلوی اپنی گاڑی لیکر آ گئے اور کہا کہ چلیئے مسجد میں مباحثہ ہے۔ آپنے فرمایا کہ

ایسے فساد کے موقعہ پر ہم نہیں جا سکتے جب تک پہلے سرکاری انتظام نہ ہو۔ پھر مباحثہ کے لئے پہلے ہم سے مشورہ ہونا چاہیئے تھا اور شرائط مباحثہ طے کرنی تھیں۔ آپکے نہ جانے پر اور شور ہوا۔ آخر آپنے اعلان کیا کہ مولوی نذیر حسین دہلوی جامع مسجد میں قسم کھالیں کہ حضرت مسیح قرآن کریم کے رُو سے زندہ ہیں اور اب تک فوت نہیں ہوئے اور اس قسم کے بعد ایک سال تک کسی آسمانی عذاب میں مبتلا نہ ہوں تو مَیں جھوٹا ہوں اور مَیں اپنی کتب کو جلا دونگا۔ اور اس کے لئے ایک تاریخ بھی مقرر کردی۔ مولوی نذیر حسین صاحب کے شاگرد اس سے سخت گھبرائے اور بہت روکیں ڈالنی شروع کیں لیکن لوگ مُصِر ہوئے کہ اس میں کیا حرج ہے؟ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ سُن کر قسم کھاجائیں کہ یہ جھوٹا ہے اور لوگ اسوقت کثرت سے جامع مسجد میں اکٹھے ہوگئے حضرت صاحب کو لوگوں نے بہت روکا کہ آپ نہ جائیں سخت بلوہ ہو جائے گا۔ لیکن آپ وہاں گئے اور ساتھ آپکے بارہ دوست تھے (حضرت مسیحؑ کے بھی بارہ ہی حواری تھے۔ اس معرکہ الارا موقعہ پر آپکے ساتھ یہ تعداد بھی ایک نشان تھی)۔ جامع مسجد دہلی کی وسیع عمارت اندر اور باہر آدمیوں سے پُر تھی۔ بلکہ سیڑھیوں پر بھی لوگ کھڑے تھے۔ ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں سے گذر کر جبکہ سب لوگ دیوانہ وار خون آلود نگاہوں سے آپکی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ اس مختصر جماعت کے ساتھ محراب مسجد میں جاکر بیٹھ گئے۔ مجمع کے انتظام کے لیئے سپرنٹنڈنٹ پولیس مع دیگر افسران پولیس اور قریباً سو کانسٹیبلوں کے آئے ہوئے تھے۔ لوگوں میں سے بہتوں نے اپنے دامنوں میں پتھر بھرے ہوئے تھے اور ادنیٰ سے اشارہ پر پتھراؤ کرنے کو تیار تھے۔ اور مسیحؑ ثانی بھی پہلے مسیحؑ کی طرح فقیہوں اور فریسیوں کا شکار ہو رہا تھا لوگ اس دوسرے مسیحؑ کو سولی پر لٹکانے کے بجائے پتھروں سے مارنے پر تُلے ہوئے تھے۔ گفتگوئے مباحثہ میں تو انہیں ناکامی ہوئی۔ مسیحؑ کی وفات پر بحث کرنا لوگوں نے قبول نہ کیا۔ قسم بھی نہ کسی نے کھائی نہ مولوی نذیر حسین کو کھانے دی۔ خواجہ محمد یوسف پلیڈر علیگڈھ نے حضرت سے آپکے عقائد لکھائے

اور سنانے چاہیے لیکن چونکہ مولویوں نے لوگوں کو یہ سنا رکھا تھا کہ یہ شخص قرآن کو مانتے نہ حدیث کو نہ رسول کریم کو۔ انہیں اپنا یہ فریب کھل جانیکا اندیشہ ہوا اسلئے لوگوں کو اُکسا دیا پھر کیا تھا؟ اِک شور برپا ہو گیا اور محمد یوسف صاحب کو جو وہ کاغذ سنانے سے لوگوں نے باز رکھا۔ افسر پولیس نے جب دیکھا کہ حالت خطرناک ہے تو پولیس کو مجمع منتشر کرنے کا حکم دیا۔ اور اعلان کیا کہ کوئی مباحثہ نہ ہوگا لوگ تتر بتر ہو گئے۔ پولیس آپ کو حلقہ میں لیکر مسجد سے باہر گئی۔ دروازہ پر گاڑی کے انتظار میں کچھ دیر ٹھیرنا پڑا۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے اور اشتعال میں آکر حملہ کرنیکا ارادہ کیا اسپر افسر پولیس نے گاڑی میں سوار کرا کر آپکو روانہ کیا اور خود مجمع کے منتشر کرنے میں لگ گئے۔ اس کے بعد مولوی محمد بشیر صاحب کو دہلی کے لوگوں نے بھوپال سے بلوایا اور ان سے مباحثہ ہوا جس کا تمام حال چھپا ہوا موجود ہے۔ کچھ دن کے بعد آپ واپس قادیان تشریف لے آئے۔ چند ماہ کے بعد ۱۸۹۲ء میں پھر ایک سفر کیا۔ پہلے لاہور گئے۔ وہاں مولوی عبد الحکیم کلانوری سے مباحثہ ہوا۔ وہاں سے سیالکوٹ۔ اور وہاں سے جالندھر اور پھر وہاں سے لدھیانہ تشریف لائے لدھیانہ سے پھر قادیان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد ۱۸۹۳ء میں حضورؑ کا مباحثہ مسیحیوں سے قرار پایا۔ اور مسیحیوں کی طرف سے ڈپٹی عبد اللہ آتھم مباحث مقرر ہوئے یہ مباحثہ امرتسر میں ہوا اور پندرہ دن تک رہا اور جنگ مقدس کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس مباحثہ میں بھی جیسا کہ ہمیشہ آپ کے مخالفین کو زک ہوتی رہی ہے۔ مسیحی مناظرین کو سخت زک ہوئی۔ اور اس کا نہایت مفید اثر ہوا۔ اس مباحثہ کے پڑھنے سے (یہ مباحثہ تحریری ہوا تھا اور طرفین آمنے سامنے بیٹھکر ایک دوسرے کے پرچہ کا جواب لکھتے تھے اور وہ اصل تحریریں ایک کتاب کی صورت میں شائع کی گئی ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی مباحث آپکے زبردست استدلال سے سخت تنگ آجاتا تھا اور بار بار اپنا دعویٰ بدلتا جاتا تھا۔ اور بعض جگہ تو مسیحیوں کی طرف سے ناروا سخت کلامی تک کی گئی ہے۔ آپنے اس جدید علم کلام کو پیش کیا کہ ہر ایک فریق اپنے مذہب کی صداقت کے دعاوی

اور دلائل اپنی مسلّمہ کتب سے ہی پیش کرے۔ اس مباحثہ میں ایک عجیب واقعہ گذرا
جس میں دوست دشمن آپ کی خداداد ذہانت بلکہ الٰہی تائید کے قائل ہو گئے۔ اور
وہ یہ کہ گو بحث اَور امور پر ہو رہی تھی مگر مسیحیوں نے آپ کو شرمندہ کرنے کے لیئے
ایک دن کچھ لُولے لنگڑے اور اندھے اکٹھے کیئے اور عین دَورانِ مباحثہ میں
آپ کے سامنے لاکر کہا کہ آپ مسیح ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ تو لُولے لنگڑوں اور اندھوں
کو اچھا کیا کرتے تھے پس آپ کا دعویٰ تبھی سچّا ہو سکتا ہے جبکہ آپ بھی ایسے
مریضوں کو اچھا کر کے دکھلائیں۔ اور دُور جانے کی ضرورت نہیں مریض حاضر ہیں
جب انہوں نے یہ بات پیش کی سب لوگ حیران رہ گئے اور ہر ایک شخص محوِ حیرت
ہو کر اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں مرزا صاحب اسکا کیا جواب دیتے ہیں؟
اور مسیحی اپنی اس عجیب کارروائی پر بہت خوش ہوئے کہ آج ان پر نہایت سخت
حُجّت تمام ہوئی ہے اور بھری مجلس میں کیسی خجالت اُٹھانی پڑی ہے لیکن
جب آپ نے اس مطالبہ کا جواب دیا تو انکی ساری خوشی مبدّل بہ افسوس و
ندامت ہو گئی اور فتح شکست سے بدل گئی۔ اور سب لوگ آپ کے جواب کی
برجستگی و معقولیّت کے قائل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے مریضوں کو
اچھا کرنا تو انجیل میں لکھا ہے ہم تو اس کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو حضرت
مسیح کے معجزات کا رنگ ہی اور تھا۔ یہ تو انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو
جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے اور اسی طرح ہاتھ پھیر کر نہ کہ دعا اور دوا سے لیکن
اسی انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہو تو تم لوگ اس سے
بڑھکر عجیب کام کر سکتے ہو۔ پس ان مریضوں کا ہمارے سامنے پیش کرنا آپ
لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے۔ اور اب ہم انہی مریضوں کو جو آپ لوگوں
نے نہایت مہربانی سے جمع کر دیئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتے ہیں کہ براہِ مہربانی
انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان
ہے تو ان مریضوں پر ہاتھ رکھکر کہیں کہ اچھے ہو جاؤ۔ اگر یہ اچھے ہو گئے تو ہم

یقین کریں گے کہ آپ لوگ اور آپ کا مذہب سچا ہے ورنہ جو دعویٰ آپ لوگوں نے خود کیا ہے اسے بھی پورا نہ کر سکیں تو پھر آپ کی صداقت پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے؟۔ اس جواب کا ایسا اثر ہوا کہ مسیحی بالکل خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے اور بات ٹال دی ؞

اسکے بعد انہی دنوں ایک دفعہ فیروز پور تشریف لے گئے۔ ان تمام سفروں میں ہر جگہ آپ کو دق کیا گیا۔ اور لوگوں نے آپ کو بڑا دکھ دیا۔ اور جو کچھ تحریر کے ذریعے شائع کیا گیا اس کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ جہاں آپ جاتے وہیں لوگ ملکر آپ کو دکھ دیتے ؞

یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو آپنے اسلامی عظمت کے اظہار اور زبردست اسلامی شعار نماز جمعہ کے عام رواج کے لیئے ایک کوشش کا آغاز فرمایا یعنی گورنمنٹ ہند سے تعطیل جمعہ کی تحریک کی کارروائی شروع کی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں جمعہ کے متعلق جو انکے لیئے آنیوالے مسیح موعودؑ کا ایک زبردست علمی نشان تھا ایسی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں کہ بعض شرائط کو ملحوظ رکھ کر جمعہ کی فرضیت پر ہی بحث چھڑ چکی تھی۔ اور عملی طور پر جمعہ بہت جگہ متروک ہو گیا تھا۔ آپنے اسکو زندہ کیا اور چاہا کہ گورنمنٹ جمعہ کی تعطیل منظور فرمائے۔ اس بارہ میں جو میموریل گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجنا آپنے تجویز فرمایا اسکی تیاری سے پہلے ہی مولویوں نے اپنی عادت کے موافق مخالفت کی اور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ حضرت مسیح موعودؑ یہ کام محض للّٰہیت سے کر رہے تھے آپ کو کسی تحسین و داد کی تمنا نہ تھی۔ آپ کا مدّعا تو اس اہم دینی خدمت کا انجام پانا تھا خواہ کسی کے ہاتھ سے ہو۔ آپنے کُل کام مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست پر انکے سپرد کر دینے کا اعلان کر دیا کہ وہ جمعہ کی تعطیل کے لیئے خود کوشش کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کریں مگر افسوس انہوں نے اس مفید کام کو اس راہ سے روک دیا مگر آپکی یہ تحریک الٰہی تحریک تھی آخر خدائے تعالیٰ

نے آپ ہی کی جماعت کے ذریعے اسکو پورا کیا۔

سنہ ۱۸۹۶ء کے اواخر میں چند لوگوں نے ملکر لاہور میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیئے تمام مذاہب کے پیروان کو شامل ہونے کی دعوت دی جنہوں نے بڑی خوشی سے اس بات کو قبول کیا۔ بحث میں شرط تھی کہ کسی مذہب پر حملہ نہ کیا جائے اور حسب ذیل پانچ مضامین پر مختلف مذاہب کے پیروان سے مضامین لکھنے کی درخواست کی گئی:-

۱- انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

۲- انسان کی زندگی کے بعد کی حالت۔

۳- دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

۴- کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵- علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس کانفرنس کا مجوز حضرتؑ کی خدمت میں بھی قادیان حاضر ہوا اور آپ نے ہر طرح ان کی تائید کا وعدہ کیا بلکہ اصلی معنوں میں اس کانفرنس کی بنیاد خود حضرت مسیح موعودؑ نے ہی رکھی تھی۔ جو شخص بعد میں کانفرنس کا مجوز قرار پایا قادیان آیا تو حضرتؑ نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ چونکہ آپ کی غرض دنیا کو اس صداقت سے آگاہ کرنا تھا جو آپ لیکر آئے تھے اور آپ کا ہر کام نمود و نمائش سے بالاتر ہوتا تھا اس لیئے آپ نے اس شخص کو اس تحریک میں سعی کرنے پر آمادہ کیا اور اس کا پہلا اشتہار قادیان ہی میں چھاپ کر شائع کرایا۔ اپنے ایک مرید کو مقرر کیا کہ وہ ہر طرح انکی مدد کرے۔ اور خود بھی مضمون لکھنے کا وعدہ کیا۔ جب آپ مضمون لکھنے لگے تو آپ سخت بیمار ہو گئے اور دستوں کی بیماری شروع ہو گئی لیکن اس بیماری میں بھی آپ نے ایک مضمون لکھا اور جب آپ وہ مضمون لکھ رہے تھے تو آپ کو الہام ہوا کہ "مضمون بالا رہا" یعنی آپ کا مضمون اس کانفرنس میں دوسروں کے مضامین سے بالا رہیگا۔ چنانچہ آپ نے

قبل از وقت ایک اشتہار کے ذریعہ سے یہ بات شائع کر دی کہ میرا مضمون بالا رہیگا
اجلاس کانفرنس ۲۶-۲۷-۲۸- دسمبر ۱۸۹۶ء کو مقرر تھے۔ جلسہ کے انتظام
کے لیئے چھ ماڈریٹر صاحبان مقرر تھے۔ یعنی رائے بہادر پرتول چندر صاحب جج
چیفکورٹ پنجاب۔ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور
رائے بہادر پنڈت رادھا کشن کول پلیڈر چیفکورٹ سابق گورنر جموں حضرت
مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔ رائے بہادر بھوانی داس ایم اے
سٹلمنٹ آفیسر جہلم۔ سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔
اس کانفرنس کے لیئے مختلف مذاہب کے مشہور علماء نے مضامین تیار کیئے
تھے اس لیئے لوگوں میں اسکے متعلق بڑی دلچسپی تھی۔ اور بہت شوق سے
حصّہ لیتے تھے اور یہ جلسہ ایک مذہبی دنگل کا رنگ اختیار کر گیا تھا اور ہر مذہب
کے پیرو اپنے اپنے قائم مقاموں کی فتح دیکھنے کے خواہشمند تھے اس صورت
میں تمام پرانے مذاہب جنکے پیرو کثرت سے پیدا ہو چکے ہیں بالکل محفوظ تھے
کیونکہ انکی داد دینے والے لوگ جلسہ گاہ میں کثرت سے پائے جاتے تھے لیکن
مرزا صاحب کا مضمون ایک ایسے جلسہ میں سنایا جانا تھا جسمیں دوست برائے نام
تھے اور سب دشمن ہی دشمن تھے۔ کیونکہ اس وقت تک آپ کی جماعت دو تین
سو سے زیادہ نہ تھی اور اس جلسہ میں تو شاید پچاس سے زائد آدمی بھی شامل
نہ ہوں گے۔ آپ کی تقریر ۲۷- دسمبر کو ڈیڑھ بجے سے ساڑھے تین بجے
تک تھی آپ خود تو وہاں نہ جا سکے تھے لیکن آپنے اپنے ایک مخلص مرید مولوی
عبدالکریم صاحب کو اپنی طرف سے مضمون پڑھنے پر مقرر کیا تھا۔ جب انہوں نے
تقریر شروع کی تو تھوڑی ہی دیر میں ایسا عالم ہو گیا کہ گویا لوگ بت بنے بیٹھے
ہیں اور وقت کے ختم ہوتے تک لوگوں کو معلوم ہی نہ ہوا کہ کس قدر عرصہ تک آپ
بولتے رہے ہیں وقت ختم ہونے پر لوگوں کو سخت تشویش ہوئی کیونکہ آپکے مضمون
کا ابھی پہلا سوال بھی ختم نہ ہوا تھا اور اسوقت لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی

جبکہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے جن کا لیکچر آپکے بعد تھا اعلان کیا کہ آپ کے مضمون کا وقت بھی حضرت صاحب کو ہی دیا جائے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب آپکا لیکچر پڑھے چلے گئے حتیٰ کہ ساڑھے چار بج گئے جبکہ جلسہ کا وقت ختم ہونا تھا لیکن اب بھی پہلا سوال ختم نہ ہوا تھا اور لوگ مصر تھے کہ اس لیکچر کو ختم کیا جائے۔ چنانچہ منتظمین جلسے اعلان کیا کہ بلا لحاظ وقت کے یہ مضمون جاری رہے۔ جسپر ساڑھے پانچ بجے تک سُنایا گیا۔ تب جاکر پہلا سوال ختم ہوا۔ مضمون کے ختم ہوتے ہی لوگوں نے اصرار کیا کہ اس مضمون کے ختم کرنے کے لیئے جلسہ کا ایک دن اور بڑھایا جائے۔ چنانچہ ۲۸۔ تاریخ تک کے پروگرام کے علاوہ ۲۹۔ تاریخ کو بھی جلسہ کا انتظام کیا گیا اور اُس روز چونکہ بعض اور مذاہب کے قائم مقاموں نے بھی وقت کی درخواست کی تھی اس لیئے کارروائی جلسہ صبح کو بجائے ۱۰½ بجے کے ۹½ بجے سے شروع ہونیکا اعلان کیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی کا مضمون رکھا گیا۔ اور گو پہلے دنوں میں لوگ ۱۰½ بجے بھی پوری طرح نہ آتے تھے لیکن آپ کے پہلے دن کے لیکچر کا یہ اثر تھا کہ ابھی نُو بھی نہ بجے تھے کہ ہر مذہب و ملّت کے لوگ جوق جوق جلسہ گاہ میں جمع ہونے شروع ہوگئے اور عین وقت پر جلسہ شروع کیا گیا اُس دن بھی گو آپکے مضمون کے لیئے اڑھائی گھنٹے دیئے گئے تھے لیکن تقریر کے اس عرصہ میں ختم نہ ہوسکنے کی وجہ سے منتظمین کو وقت اور دینا پڑا کیونکہ تمام حاضرین یک زبان اس تقریر کے جاری رکھنے پر مصر تھے چنانچہ ماڈریٹر صاحبان کو وقت بڑھانا پڑا۔ غرض دو روز کے قریباً ۷½ گھنٹوں میں جاکے یہ تقریر ختم ہوئی اور تمام لاہور میں ایک شور پڑ گیا۔ اور سب لوگوں نے تسلیم کیا کہ مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا۔ اور ہر مذہب و ملّت کے پیرو اس کی خوبی کے قائل ہوئے۔ جلسہ کی رپورٹ مرتب کرنیوالوں کا اندازہ ہے کہ آپکے لیکچروں کے وقت حاضرین کی تعداد بڑھتے بڑھتے سات آٹھ ہزار تک ترقی کرجاتی تھی۔ غرض یہ لیکچر ایک عظیم الشان فتح تھی جو آپ کو حاصل ہوئی اور

اُس دن آپ کا سکہ آپ کے مخالفوں کے دلوں میں اَور بھی بیٹھ گیا۔ اور خود مخالف اخبارات نے اس بات کو تسلیم کیا کہ آپ کا مضمون اس کانفرنس میں بالا رہا۔ یہ مضمون وہی ہے جس کا انگریزی ترجمہ ٹیچنگز آف اسلام یورپ اور امریکہ میں خاص طور پر قبولیت حاصل کر چکا ہے۔

۱۸۹۷ء کے آغاز کے ساتھ آپ نے عیسائی دنیا پر اتمام حجت کے لیئے ایک اَور طریق پیش کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقی شخصیت کے ثابت کرنیکے لیئے عیسائیوں کے غلط عقائد کی اصلاح کی خاطر چہل روزہ دعوت مقابلہ کا اعلان کیا اگرچہ اس مقابلہ میں دوسرے اہل مذاہب بھی شامل تھے مگر عیسائی بالخصوص مخاطب تھے اسکے ساتھ ایک ہزار روپیہ کا انعام بھی اس شخص کے لیئے مقرر تھا جو یسوع کی پیشگوئیوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں اور نشانوں سے قوی تر دکھا سکے مگر کسی کو جرأت اور حوصلہ نہ ہُوا۔

۱۸۹۷ء میں لیکھرام نامی ایک آریہ ۶۔ مارچ کو آپ کی ایک پیشگوئی کے مطابق مارا گیا اور اسپر آریوں میں سخت شور برپا ہُوا۔ اور بعض شریروں نے طرح طرح سے احمدیوں کو اور پھر اسکے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی دُکھ دینا شروع کیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف تو سخت ہی شور برپا ہوا اور کھُلے لفظوں میں آپ پر قتل کا الزام لگایا گیا اور فوراً آپ کی تلاشی لی گئی کہ شاید کوئی سراغ قتل کا ملجائے لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہر طرح ناکام رکھا اور باوجود اسکے کہ ہر طرح آپ پر الزام لگانے کی کوشش کی گئی لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہوئی اور آپ اس الزام سے بالکل پاک ثابت ہوئے۔

مئی ۱۸۹۷ء میں ایک عظیم الشان واقعہ کا آغاز ہُوا۔ جو تاریخ میں ایک نشان کے طور پر رہے گا۔ حسین کامی سفیر روم اپنی متعدد درخواستوں کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان حاضر ہُوا۔ حضرتؑ نے اپنی خداداد فراست اور الہامی اطلاع پر اسے اشارۃً اس کی اپنی حالت اور ٹرکی پر آنیوالے

مصائب سے اطلاع دی کیونکہ سفیر مذکور نے سلطنت روم کی نسبت ایک خاص دعا کی تحریک کی تھی جس پر آپنے اسکو صاف فرما دیا کہ "سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اسکے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں"

ان باتوں سے سفیر مذکور ناراض ہوکر چلا گیا اور لاہور کے ایک اخبار میں گندی گالیوں کا ایک خط چھپوایا جس سے مسلمانان ہندو پنجاب میں ایک شور مچ گیا۔ مگر بعد میں آنے والے واقعات نے اس حقیقت کو کھول دیا۔ اس کے ضمن میں بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ خود سفیر مذکور حضرت کے مشہور الہام

اِنِّي مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ

کا نشانہ بنا۔ کیونکہ وہ ایک سنگین الزام میں ماخوذ ہوکر سزایاب ہوا۔ اور جس اخبار نے نہایت زور سے اس مضمون کی تائید کی تھی اور اسے چھاپا تھا وہ بھی سزا سے نہ بچا اور سلطنت ٹرکی کی جو حالت ہے وہ ہر شخص پر عیاں ہے۔

اِسی سن کی یکم اگست کو آپکے خلاف ڈاکٹر مارٹن کلارک نام ایک مسیحی پادری نے مقدمہ سازش قتل مسٹر اے ای مارٹینو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں دائر کیا اور بیان کیا کہ مرزا صاحب نے عبدالحمید نام ایک شخص کو میرے قتل کے لیئے بھیجا تھا۔ اوّل تو ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے آپکے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا لیکن بعد میں انکو معلوم ہوا کہ بوجہ غیر ضلع ہونیکے یہ بات انکے اختیار سے باہر ہے پس مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر ضلع گورداسپور کی عدالت میں منتقل کیا گیا جن کا نام ایم ڈبلیو ڈگلس ہے اور جو اسوقت جزائر انڈمان کے چیف کمشنر ہیں۔ آپکے سامنے بھی عبدالحمید نے یہی بیان کیا کہ مجھے مرزا صاحب نے مارٹن کلارک صاحب کے قتل کے لیئے بھیجا تھا اور کہا تھا کہ ایک بڑے پتھر سے انکو مار دو لیکن چونکہ اُس بیان میں جو اُس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے سامنے دیا تھا اور اس میں جو اَب اِنکے سامنے دیا کچھ فرق تھا اسلیئے

آپ کو کچھ شک پڑ گیا اور آپنے بڑے زور سے اس امر کی تحقیقات شروع کی۔ اور چار ہی پیشیوں میں ۲۷ دن کے اندر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا اور باوجود اسکے کہ آپکے مقابلہ پر ایک مسیحی جماعت تھی بلا تعصّب حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں فیصلہ دیا اور آپ کو صاف بری کر دیا بلکہ اجازت دی کہ اپنے مخالفین کے خلاف مقدمہ دائر کریں۔

لیکن آپنے ان کو معاف کر دیا اور انپر کوئی مقدمہ نہ کیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب اپنے فیصلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم نے اس کا بیان سنتے ہی اس کو بعید از عقل سمجھا کیونکہ اول تو اس کا بیان جو ہمارے سامنے ہوا اس بیان سے مختلف تھا جو امرتسر کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر کے سامنے ہوا۔ علاوہ ازیں اس کی وضع قطع ہی شبہ پیدا کرنیوالی تھی دوسرے ہم نے اس کے بیانات میں یہ عجیب بات دیکھی کہ جس قدر عرصہ وہ بٹالہ میں مشن کے ملازموں کے پاس رہا۔ اس کا بیان مفصل اور طویل ہوتا گیا۔ چنانچہ اس نے ایک بیان ۱۲۔ اگست کو دیا اور ایک ۱۳۔ اگست کو۔ اور اس دوسرے دن کے بیان میں کئی تفصیلات بڑھ گئیں جو پہلے دن کے بیان میں نہ تھیں۔ چونکہ اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ یا تو اسے کوئی شخص سکھلاتا ہے یا اسے بہت کچھ معلوم ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیئے ہم نے صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہا جو ایک یوروپین آفیسر تھے کہ اسکو مشن کمپونڈ سے نکال کر اپنی تحویل میں رکھو۔ اور پھر بیان لو۔ انہوں نے اسے مشن کے قبضہ سے نکال لیا اور جب آپنے اس سے بیان لیا تو بلا کسی وعدۂ معافی کے وہ رو کر پاؤں پر گر گیا اور بیان کیا کہ مجھ سے ڈرا کر یہ سب کچھ کہلوایا گیا ہے۔ مَیں اپنی جان سے بیزار ہوں اور خودکشی کے لیئے تیار تھا۔ اور درحقیقت جو کچھ مَیں نے مرزا صاحب کے خلاف بیان کیا وہ عبدالرحیم وارث الدین اور پریم داس عیسائیوں کی سازش اور انکے سکھانے سے

کہا ہے۔ مرزا صاحب نے نہ مجھ کو بھیجا اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق تھا۔ چنانچہ جو دِقت ایک دن کے بیان میں پیش آتی دوسرے دن یہ مجھے سکھا دیتے۔ اور مرزا صاحب کے جس مرید کی نسبت مَیں نے بیان کیا تھا کہ اس نے بعد از قتل مجھے پناہ دینی تھی۔ اس کی شکل سے بھی مَیں واقف نہیں نہ اس کا نام سُنا تھا۔ انہوں نے خود ہی اس کا نام اور پتہ مجھے یاد کرا دیا اور اس ڈر سے کہ مَیں بھول نہ جاؤں میری ہتھیلی پر پنسل سے نام لکھ دیا کہ اسوقت دیکھ لینا اور یہ بھی کہا کہ جب پہلے مجھ سے مرزا صاحب کے خلاف بیان لکھوایا تو ان عیسائیوں نے خوش ہو کر کہا کہ اب ہماری دل کی مراد بر آئی (یعنی اب ہم مرزا صاحب کو پھنسائیں گے"

یہ تمام تفصیل لکھکر مجسٹریٹ صاحب بہادر نے آپ کو بری کیا۔ اس مقدمہ پر آپکے مخالف اس قدر خوش تھے کہ ایک آریہ وکیل نے بلا اُجرت اسمیں مسیحیوں کی طرف سے پیروی کی اور مسلمان مولوی بھی آپکے خلاف گواہی دینے آئے۔ غرض مسیحی ہندو اور مسلمان ملکر آپ پر حملہ آور ہوئے اور بعض ناجائز طریق بھی اختیار کیئے گئے لیکن خدائے تعالیٰ نے کپتان ڈگلس کو پیلاطوس سے زیادہ ہمّت اور حوصلہ دیا اور انہوں نے ہر موقعہ پر یہی کہا کہ مَیں بے ایمانی نہیں کرسکتا اور یہ نہیں کیا کہ اپنے ہاتھ دھو کر مسیح موعودؑ کو اسکے دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیتے بلکہ انہوں نے آپکو بری کیا اور اس طرح رومن حکومت پر **برٹش راج** کی برتری ثابت کر دی؎

ان ہی دنوں میں آپنے الصلح خیر کے نام سے ایک اشتہار شائع کر کے مسلمان علماء کے آگے تجویز پیش کی کہ وہ آپ کی مخالفت سے باز آجائیں اور آپ کو دشمنوں کا مقابلہ کرنے دیں اور اس کے لیئے دس سال کی مُدّت مقرّر کی کہ اس میعاد کے اندر اگر مَیں جھوٹا ہوں تو خود تباہ ہو جاؤنگا اور اگر سچّا ہوں تو تم اُس عذاب سے بچ جاؤ گے جو سچّوں کی مخالفت کے سبب خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کو قبول نہ کیا اور

دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنیکے بجائے اپنے سے ہی مقابلہ پسند کیا۔

اکتوبر ۱۸۹۷ء میں آپکو ایک شہادت پر ملتان جانا پڑا۔ وہاں سے شہادت دیکر جب واپس تشریف لائے تو کچھ دنوں لاہور بھی ٹھیرے۔ یہاں جن جن گلیوں سے آپ گذرتے اُن میں لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر بُرے الفاظ آپ کی شان میں زبان سے نکالتے۔ میری عمر اسوقت آٹھ سال کی تھی اور میں بھی اس سفر میں آپکے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپسے کرتے تھے وجہ تو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اسلیئے یہ دیکھکر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گذرتے ہیں لوگ آپکے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں؟! ۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹنڈا شخص جس کا ایک پونچا کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ نہیں معلوم کہ ہاتھ کے کٹنے کا ہی زخم باقی تھا یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیرخاں کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ ملکر شور مچارہا تھا کہ ”ہائے ہائے مرزا نٹھ گیا“ (یعنی میدانِ مقابلہ سے فرار کر گیا)۔ اور میں اس نظارہ کو دیکھ کر سخت حیران تھا۔ خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا۔ لاہور سے حضرت صاحبؑ سیدھے قادیان تشریف لے آئے۔

اسی سال ملک پنجاب میں طاعون پھوٹا اور جبکہ تمام مذہبی آدمی اُن تدابیر کے سخت مخالف تھے جو گورنمنٹ نے انسدادِ طاعون کے متعلق نافذ کی تھیں۔ آپنے بڑے زور سے اُنکی تائید کی اور اپنی جماعت کو آگاہ کیا کہ ان تدابیر کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسلام کا حکم ہے کہ ہر قسم کی تدابیر جو حفظانِ صحت کے متعلق ہوں اُنپر عمل کیا جائے اور اس طرح آپنے امنِ عامہ کے قیام میں بہت بڑا کام کیا۔ کیونکہ اُسوقت لوگوں میں عام طور پر یہ بات پھیلائی جاتی تھی کہ گورنمنٹ خود ہی طاعون پھیلاتی ہے اور جو تدابیر اسکے انسداد کی ظاہر کیجاتی ہیں وہ درحقیقت

اس وبا کو اور پھیلانے والی ہیں اور اسلام کے بھی خلاف ہیں چنانچہ علماء نے بڑے زور کے ساتھ فتویٰ دے دیا تھا کہ طاعون کے دنوں میں گھر سے نکلنا سخت گناہ ہے اور اس طرح ہزاروں جاہلوں کی موت کا باعث ہو گئے۔ چوہے مارنے کی گولیاں تقسیم کی گئیں تو انہی کو باعث طاعون قرار دیا گیا۔ پنجرے دیئے گئے تو ان پر اعتراض کیا گیا۔ غرض اسوقت سخت شورش برپا تھی اور بعض جگہ حکام سرکار پر حملے بھی ہوئے۔ ایسے وقت میں آپکے اعلان اور آپ کی جماعت کے عمل کو دیکھکر بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت ہوئی اور آپنے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ طاعون کے دنوں میں گھروں سے باہر نکلنا اور بستی سے باہر رہنا اسلام کی رُو سے منع نہیں بلکہ منع صرف یہ بات ہے کہ ایک شہر سے بھاگ کر دوسرے شہر میں جائے کیونکہ اس سے بیماری کے دوسرے شہروں میں پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے ؛

یہ ایام مذہبی بحث مباحثہ کے سبب سخت خطرناک ہو رہے تھے اور ستانوے اٹھانوے سن خاص طور پر ممتاز تھے۔ آپس کی مخالفت سخت بڑھ رہی تھی۔ اور سیاسی مفسدہ پرداز اس مذہبی دشمنی سے فائدہ اُٹھاکر گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اکسانے میں مشغول تھے اور اسی شرارت کو محسوس کرکے گورنمنٹ نے ۱۸۹۷ء میں سڈیشن کا قانون بھی پاس کیا تھا۔ لیکن باوجود اس قانون کے ہندوستان امن سے فساد کی طرف منتقل ہو رہا تھا اور اس قانون کا کوئی عمدہ نتیجہ نہ نکلا تھا کیونکہ ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے اور یہاں کے لوگ جتنے مذہب کے معاملہ میں جوش میں آسکتے ہیں اتنے سیاسی امور میں نہیں آتے۔ لیکن اس قانون میں مذہبی لڑائی جھگڑوں کا سدباب نہیں کیا گیا تھا اور نہ اسکی ضرورت گورنمنٹ اُسوقت محسوس کرتی تھی۔ مگر جس بات کو مدبّرانِ حکومت سمجھنے سے قاصر تھے حضرت مسیح موعودؑ ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ایک میموریل تیار کرکے لارڈ ایلجن بہادر وائسرائے ہند کی خدمت میں ارسال کیا اور اسے چھاپکر شائع بھی کر دیا۔ اس میں آپنے ہزاکسلنسی کو بتلایا کہ فتنہ و فساد کا باعث اصلی مذہبی

جھگڑے ہیں اُن کے نتیجہ میں جو شورش لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اسے بعض شریر گورنمنٹ کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ پس قانون سڈیشن میں مذہبی سخت کلامی کو بھی داخل کرنا چاہیئے اور اس کے لیئے آپ نے تین تجاویز پیش کیں:۔

۱۔ اول یہ کہ ایک قانون پاس کر دینا چاہیئے کہ ہر ایک مذہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں تو بیشک بیان کریں لیکن دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کی انکو اجازت نہ ہوگی۔ اس قانون سے نہ تو مذہبی آزادی میں فرق آئیگا اور نہ کسی خاص مذہب کی طرفداری ہوگی اور کوئی وجہ نہیں کہ کسی مذہب کے پیرو اس بات پر ناخوش ہوں کہ انکو دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی؟

۲۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو کم سے کم یہ کیا جائے کہ کسی مذہب پر ایسے حملے کرنے سے لوگوں کو روک دیا جائے جو خود انکے مذہب پر پڑتے ہوں یعنی اپنے مخالف کے خلاف وہ ایسی باتیں پیش نہ کریں جو خود اُن کے ہی مذہب میں موجود ہوں۔

۳۔ اگر یہ بھی ناپسند ہو تو گورنمنٹ ہر ایک فرقہ سے دریافت کرکے اس کی مسلمہ کتب مذہبی کی ایک فہرست تیار کرے اور یہ قانون پاس کر دیا جائے کہ اس مذہب پر اُن کتابوں سے باہر کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔ کیونکہ جب اعتراضات کی بنیاد صرف خیالات یا جھوٹی روایات پر ہو جنہیں اُس مذہب کے پیرو تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر اُن کے رُو سے اعتراض کرنے کا نتیجہ باہمی بُغض و عداوت ترقی کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

اگر اس تحریک پر گورنمنٹ اس وقت عمل کرتی تو جو فتنے اور فساد ہندوستان میں پچھلے دنوں نمودار ہوئے وہ کبھی نہ ہوتے۔ لیکن گورنمنٹ نے اُس موقعہ پر اس ضرورت کو محسوس نہ کیا اور اسکے مدبرانِ سلطنت کی آنکھ اُن جراثیم کی بڑھنے والی طاقت کو نہ دیکھ سکی جنہیں اُس نبیٔ وقت نے انکی ابتدائی حالت میں دیکھ لیا تھا مگر سنہ ۱۹۰۸ء میں پورے دس سال بعد گورنمنٹ کو مجبوراً یہ قانون پاس کرنا پڑا کہ ایک مذہب کے لوگوں کو دوسرے مذہب پر حملہ کرنا اور ناروا سختی کرنی درست نہیں اور

اگر کوئی ایسا کرے تو اس پمفلٹ یا مضمون کے چھاپنے والے پریس یا اخبار کی ضمانت لیجائے یا اسے ضبط کیا جائے۔ لیکن یہ قانون اسقدر عرصہ کے بعد پاس ہوا کہ اس کا وہ اثر اب نہیں ہو سکتا جو اسوقت ہو سکتا تھا۔ دراصل ہندوستان کے سارے فتنے کی جڑ مذہبی جھگڑا ہے جو بعض شریروں کی عجیب و پیچ در پیچ سازشوں کے ساتھ گورنمنٹ کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے اور جب کسی مذہب کے پیرؤں کی سب سے پیاری چیز (یعنی انکے مذہب) پر گندے الفاظ میں حملہ کیا جاوے تو جاہل عوام کو گورنمنٹ سے بدظن کرنے کے لیئے اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ سارا قصور گورنمنٹ کا ہے جسکے ماتحت ہمیں اسقدر دُکھ دیا جاتا ہے اور وہ لوگ اس ظالم کا پیچھا چھوڑ کر محسن گورنمنٹ کے سر ہو جاتے ہیں ؛

۱۸۹۸ء میں ایک عیسائی مرتد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے خلاف ایک نہایت دل آزار کتاب شائع کی جس سے مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دیکھا کہ یہ جوش ملک کے امن پر اثر انداز ہو گا۔ لاہور کی ایک انجمن نے گورنمنٹ کے حضور اس کتاب کی ضبطی کے لیئے میموریل بھیجنے کی تیاری کی لیکن آپنے منع فرمایا کہ اس کا نتیجہ مفید نہ ہو گا اور مشورہ دیا کہ اس کا ایک زبردست جواب لکھا جائے۔ مگر انجمن والوں نے اس مشورہ کی قدر نہ کی جسپر آخر انہیں اسی طرح ناکام رہنا پڑا جیسے آپنے اُن کو قبل از وقت بتلا دیا تھا۔ خود حضرتؑ نے اس میموریل کی علانیہ مخالفت کی کیونکہ اصولی طور پر اس میموریل کا انجام بصورت منظوری یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اسلام کا ضعف ثابت ہو۔ آپنے جواب دینے کے طریق کو مقدم کیا اور گورنمنٹ نے آپکے میموریل کو قدر کی نظر سے دیکھا اس طرح آپنے مسلمانوں کے ایک جائز حق کی حفاظت کی جو انہیں تبلیغ اسلام اور اپنے مذہب کے خلاف لکھنے والوں کے جواب دینے کا تھا ؛

اسی سال آپنے اپنی جماعت کے شیرازہ کو مضبوط کرنے اور خصوصیات سلسلہ کے قائم رکھنے کے لیئے جماعت کے تعلقات ازدواج اور نظام معاشرت کی تحریک کی

اور جماعت کو ہدایت فرمائی کہ احمدی اپنی لڑکیاں غیر احمدی لوگوں کو نہ دیا کریں۔
اسی سال گورنمنٹ کو بھی آپ نے نشان بینی کی دعوت دی۔ دراصل اس ذریعے سے آپکو عمالِ حکومت پر اپنی تبلیغ کامل طور سے پہنچا دینا مقصود تھا جو علیٰ وجہ الاتم پورا ہوگیا۔
۱۸۹۸ء میں آپ نے اپنی جماعت کے بچوں کے لئے ایک ہائی سکول کی بنیاد رکھی جس میں اپنی جماعت کے طلباء چاروں طرف سے آکر پڑھیں۔ جس کی غرض یہ تھی کہ دوسرے سکولوں کے اثرات سے وہ محفوظ رہیں۔ پہلے سال یہ سکول صرف پرائمری تک تھا۔ لیکن ہر سال ترقی کرتا چلا گیا اور ۱۹۰۳ء میں میٹریکیولیشن کے امتحان میں اسکے لڑکے شامل ہوئے۔
۱۸۹۹ء میں آپ پر ایک اور مقدمہ حفظ امن کے متعلق آپکے دشمنوں نے قائم کیا لیکن اس میں بھی آپکے دشمن سخت ذلیل و ناکام ہوئے۔ اور آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔
۱۹۰۰ء میں آپ نے عیسائی مذہب پر ایک بار اتمام حجت کیا یعنی آپ نے لاہور کے بشپ صاحب کو خدائی فیصلہ کی دعوت دی مگر باوجودیکہ ملک کے نامی اخبارات نے تحریک کی بشپ صاحب اس مقابلہ میں نہ آسکے۔
۱۹۰۱ء میں مردم شماری ہونے والی تھی اس لیئے ۱۹۰۰ء کے اواخر میں آپ نے اپنی جماعت کے نام ایک اعلان شائع کیا کہ ہماری جماعت کے لوگ کاغذات مردم شماری میں اپنے آپکو احمدی مسلمان لکھوائیں۔ گویا اس سال آپ نے اپنی جماعت کو احمدی کے نام سے مخصوص کرکے دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کر دیا۔
اسی سال آپ کے بعض مخالف رشتہ داروں نے آپکو اور آپکی جماعت کو دُکھ دینے کے لیئے مسجد کے دروازہ کے آگے ایک دیوار کھینچ دی جسکے سبب نمازیوں کو بہت دور سے پھیر کھا کر آنا پڑتا تھا اور اس طرح بہت تکلیف اور حرج ہوتا تھا۔ جب انہوں نے کسی طرح نہ مانا تو مجبور ہوکر جولائی ۱۹۰۰ء میں آپ کو عدالت

میں نالش دائر کرنی پڑی اور اگست سنہ مذکور میں وہ مقدمہ آپکے حق میں فیصل ہوا۔
اور دیوار گرائی گئی۔ اور خرچہ مقدمہ بھی آپکے مخالفوں پر پڑا۔ لیکن آپنے انکو معاف کردیا۔
سنہ ۱۹۰۲ء میں آپنے ولایت میں تبلیغ اسلام کے لیئے ایک ماہوار رسالہ نکالنے کا حکم دیا جو ریویو آف ریلیجنز۔ کے نام سے بفضل خدا اب تک جاری ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن انگریزی اور ایک اُردو میں نکلتا ہے۔ اس ریویو کے ذریعہ سے امریکہ و یورپ میں نہایت احسن طور پر تبلیغ اسلام ہوتی رہی ہے۔ اور اس کے زبردست مضامین کی دوست دشمن نے تعریف کی ہے۔ ابتدا میں علاوہ دیگر ممبران سلسلہ کے خود حضرت مسیح موعودؑ بھی اس رسالہ میں مضمون دیا کرتے تھے۔ جو دراصل اُردو میں لکھے جاتے تھے۔ پھر ان کا ترجمہ انگریزی رسالہ میں شائع ہوتا تھا۔ ان مضامین کا پڑھنے والوں پر نہایت گہرا اثر پڑتا تھا اور یہی مضامین تھے جنہوں نے ریویو کی عظمت پہلے ہی سال میں قائم کردی تھی۔

اِسی سال عید اضحےٰ کے موقعہ پر جو حج کے دوسرے دن ہوتی ہے۔ الہام الٰہی کے ماتحت ایک تقریر آپنے فی البدیہہ عربی زبان میں کی۔ اُسوقت ایک عجیب حالت آپ پر طاری تھی اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور چہرہ سے نور ٹپکتا تھا اور نہایت پُررعب ہیئت تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غنودگی کے عالم میں ہیں۔ یہ تقریر ایسی لطیف اور اس کی زبان ایسی بے مثل ہے کہ بڑے بڑے عربی دان اسکی نظیر لانے سے قاصر ہیں اور اسکے اندر ایسے ایسے حقائق و معارف بیان ہوئے ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہجاتی ہے یہ تقریر خطبہ الہامیہ کے نام سے چھپکر شائع ہوچکی ہے اور سب کی سب عربی زبان میں ہے۔

اسی زمانہ میں آپنے اپنی جماعت کو عربی سکھانے کے لیئے ایک نہایت لطیف تجویز فرمائی جو یہ تھی کہ نہایت فصیح اور آسان عبارت میں کچھ جملے بنائے جنہیں لوگ یاد کریں اور اس طرح آہستہ آہستہ انکو عربی زبان پر عبور حاصل ہوجائے اور ان فقرات میں یہ خوبی رکھی گئی تھی کہ وہ ایسے امور کے متعلق ہوتے تھے جن سے

انسان کو روزمرہ کام پڑتا ہے۔ اور جن میں ایسی اشیاء کے اسماء اور ایسے افعال استعمال کیئے جاتے تھے جو انسان روزمرہ بولتا ہے۔ کچھ اسباق اس سلسلہ کے نکلے لیکن بعد میں بعض زیادہ ضروری امور کی وجہ سے یہ سلسلہ رہ گیا تاہم آپؑ اپنی جماعت کے واسطے ایک راہ نکال گئے جسپر چلکر وہ کامیاب ہو سکتی ہے آپکا منشاء یہ تھا کہ ہر ایک ملک کی اصل زبان کے علاوہ عربی زبان بھی مسلمانوں کے واسطے مادری زبان ہی کی طرح ہو جائے اور عورت مرد سب اُسے سیکھیں تاکہ آئندہ نسلوں کے لیئے اس کا سیکھنا آسان ہو اور بچّے بچپن میں ہی اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی زبان بھی سیکھ لیں اور یہ وہ ارادہ تھا جس کے پورا ہوئے بغیر اسلام اپنی جڑوں پر پوری طرح نہیں کھڑا ہو سکتا۔ کیونکہ جو قوم اپنی دینی زبان نہیں جانتی وہ کبھی اپنے دین سے واقف نہیں ہو سکتی اور جو قوم اپنے دین سے واقف نہیں وہ کبھی اپنے دشمنانِ دین کے حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور جو قومیں دین سے واقف ہونیکے لیئے صرف ترجموں پر قناعت کرتی ہیں وہ نہ دین سے واقف رہتی ہیں۔ نہ انکی کتاب سلامت رہتی ہے۔ کیونکہ ترجمہ آہستہ آہستہ لوگوں کو اصل کتاب کے مطالعہ سے غافل کر دیتا ہے اور چونکہ ترجمہ اصل کتاب کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اسلیئے آخر کار وہ جماعت کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے آپکے اس ارادہ کو پورا کرنے کی طرف آپ کی جماعت کی توجہ لگی ہوئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن کامیابی ہو جائے گی۔

اس سال حضرت مسیح موعودؑ نے بعض پیشگوئیوں کی بنا پر کہ مسیحؑ دمشق کے مشرق کی جانب ایک سفید منارہ پر اُتریگا۔ ایک منارہ کی بُنیاد رکھی تاکہ وہ پیشگوئی لفظاً بھی پوری ہو جائے گو اس پیشگوئی کے حقیقی معنی یہی تھے کہ مسیح موعودؑ کھُلے کھُلے دلائل اور براہین کے ساتھ آئیگا اور تمام دنیا پر اس کا جلال ظاہر ہوگا اور اسکو بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ کیونکہ علم تعبیر الرؤیا میں منار سے مراد وہ دلائل ہیں جن کا انسان انکار نہ کر سکے اور بلندی پر ہونے کے معنی ایسی شان

حاصل کرنے کے ہیں کہ جو کسی کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے اور مشرق کی طرف آنے سے مراد ایسی ترقی ہوتی ہے جسے کوئی نہ روک سکے ؎

سنہ ۱۹۰۲ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایک شخص کرم دین نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ کیا اور جہلم کے مقام پر عدالت میں حاضر ہونیکے لیئے آپ کے نام سمن جاری ہُوا۔ چنانچہ آپ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپکی کامیابی کے شروع ہونے کا پہلا نشان تھا کہ گو آپ ایک فوجداری مقدمہ کی جواب دہی کے لیئے جا رہے تھے۔ لیکن پھر بھی لوگوں کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جس وقت آپ جہلم کے سٹیشن پر اُترے ہیں اسوقت وہاں اسقدر انبوہ کثیر تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہونیکی جگہ نہ رہی تھی۔ بلکہ سٹیشن کے باہر بھی دو رویہ سڑکوں پر لوگوں کی اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ گاڑی کا گذرنا مشکل ہوگیا تھا۔ حتّٰی کہ افسران ضلع کو انتظام کے لیئے خاص اہتمام کرنا پڑا اور غلام حیدر صاحب تحصیلدار اس سپیشل ڈیوٹی پر لگائے گئے۔ آپ حضرتؑ کے ساتھ نہایت مشکل سے راستہ کراتے ہوئے گاڑی کو لیگئے کیونکہ شہر تک برابر ہجوم خلائق کے سبب رستہ نہ ملتا تھا۔ اہل شہر کے علاوہ ہزاروں آدمی دیہات سے بھی آپ کی زیارت کیلیئے آئے تھے۔ قریباً ایک ہزار آدمی نے اس جگہ بعیت کی اور جب آپ عدالت میں حاضر ہونے کے لیئے گئے تو اسقدر مخلوق کارروائی مقدمہ سُننے کے لیئے موجود تھی کہ عدالت کو انتظام کرنا مشکل ہوگیا۔ دُور میدان تک لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ پہلی ہی پیشی میں آپ بری کیئے گئے اور مع الخیر واپس تشریف لے آئے ؎

سنہ ۱۹۰۳ء سے آپ کی ترقی حیرت انگیز طریق سے شروع ہوگئی اور بعض دفعہ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو آدمی بعیت کے خطوط لکھتے تھے اور آپکے پیرو اپنی تعداد میں ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئے۔ ہر قسم کے لوگوں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سلسلہ بڑے زور سے پھیلنا شروع ہوگیا۔ اور پنجاب سے نکل کر دوسرے صوبوں اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی پھیلنا شروع ہوگیا ؎

اسی سال جماعت احمدیہ کیلئے ایک دردناک حادثہ پیش آیا۔ کابل میں اس جماعت کے ایک برگزیدہ ممبر کو صرف مذہبی مخالفت کی وجہ سے سنگسار کیا گیا۔

مقدمات کا سلسلہ جو جہلم میں شروع ہو کر بظاہر ختم ہو گیا تھا پھر بڑے زور سے شروع ہو گیا۔ یعنی کرم دین جس نے پہلے وہاں آپ کے خلاف مقدمہ کیا تھا اسی نے پھر گورداسپور میں آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کر دی۔ اس مقدمہ نے اتنا طول کھینچا کہ جسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ اس مقدمہ کی کارروائی کے دوران میں ایک مجسٹریٹ بھی بدل گیا۔ اور اسکی پیشیاں ایسے تھوڑے وقفہ سے رکھی گئیں کہ آخر مجبور ہو کر آپکو گورداسپور کی ہی رہائش اختیار کرنی پڑی۔

اس مقدمہ کو اسقدر طول دیا گیا تھا۔ صرف تین چار الفاظ پر گفتگو تھی۔کرم دین نے آپکے خلاف ایک صریح جھوٹ بولا تھا۔ آپنے اسکی نسبت اپنی کتاب میں کذاب کا لفظ لکھا۔ جسکے معنی عربی زبان میں جھوٹا بھی ہیں اور بہت جھوٹا بھی۔ اسی طرح ایک لفظ لئیم ہے جسکے اصل معنی کمینہ کے ہیں لیکن کبھی ولدالزنا کے معنوں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کا زور اس بات پر تھا کہ مجھے بہت جھوٹا اور ولدالزنا کہا گیا ہے۔ حالانکہ اگر ثابت ہے تو یہ کہ میَں نے ایک جھوٹ بولا ہے۔ اس پر عدالت میں ان الفاظ کی تحقیقات شروع ہوئی اور بعض اس قسم کے اور باریک سوال پیدا ہو گئے جن پر ایسی لمبی بحث چھڑی کہ دو سال ان مقدمات میں لگ گئے۔ دوران مقدمہ میں ایک مجسٹریٹ کی نسبت مشہور ہوُا کہ اسکے ہم مذہبوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب اسوقت خوب پھنسے ہوئے ہیں انکو سزا ضرور دو خواہ ایک دن کی قید کیوں نہ ہو۔ جن دوستوں نے یہ بات سُنی سخت گھبرائے ہوئے آپکے پاس حاضر ہوئے اور نہایت ڈر کر عرض کیا کہ حضورؑ ہم نے ایسا سُنا ہے۔ آپ اُسوقت لیٹے ہوئے تھے۔ یہ بات سُنتے ہی آپکا چہرہ سُرخ ہو گیا اور ایک ہاتھ کے سہارے سے ذرا اُٹھ بیٹھے اور اُٹھکر بڑے زور سے فرمایا کہ کیا وہ خدائے تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے؟ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ دیکھ لیگا کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ نہ معلوم یہ خبر سچّی تھی یا جھوٹی۔ لیکن اُس مجسٹریٹ کو اُنہی

دنوں وہاں سے بدل دیا گیا اور باوجود کوشش کے فوجداری اختیارات اس سے لے لیئے گئے۔ اور کچھ مدت کے بعد اس کا عہدہ بھی کم کر دیا گیا۔ اسکے بعد مقدمہ ایک اور مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے بھی نہ معلوم کیوں اسکو بہت لمبا کیا اور گو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں تو آپ کو کرسی ملتی تھی لیکن اس مجسٹریٹ نے باوجود آپکے سخت بیمار ہونے کے آپ کو کرسی نہ دی اور بعض دفعہ سخت پیاس کی حالت میں پانی پینے تک کی اجازت نہ دی۔ آخر ایک لمبے مقدمہ کے بعد آپ پر دوسو روپے جرمانہ کیا۔ اس پر سشن جج صاحب امرتسر مسٹر ہیری کی عدالت میں جو ایک یوروپین تھے اس فیصلہ کی نگرانی کی گئی اور جب انہوں نے مقدمہ کی مثل دیکھی تو سخت افسوس ظاہر کیا کہ ایسے لغو مقدمہ کو مجسٹریٹ نے اسقدر لمبا کیوں کیا؟ اور کہا کہ اگر مقدمہ میرے پاس آتا تو میں ایک دن میں اسے خارج کر دیتا۔ کرم دین جیسے انسان کو جو لفظ مرزا صاحب نے استعمال کیئے اگر ان سے بڑھکر بھی کہے جاتے تو بالکل درست تھا۔ جو کچھ ہوا نہایت ناواجب ہوا۔ اور انہوں نے دو گھنٹے کے اندر آپ کو بری کر دیا اور جرمانہ معاف کر دیا اور اس طرح دوسری دفعہ ایک یوروپین حاکم نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ حکومت اُنہی لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہے جن کو وہ اس کے قابل سمجھتا ہے ؏

اس مقدمہ کا فیصلہ جنوری ۱۹۰۵ء میں ہوا اور اس فیصلہ کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے جو وحی آپ پر کئی سال پیشتر مقدمہ کے انجام کی نسبت کی تھی وہ پوری ہوئی ؏

مقدمہ کی کارروائی کو ایک جگہ بیان کرنے کے لیئے میں آپکے دو ضروری سفر چھوڑ گیا ہوں۔ جن میں سے آپ کا پہلا سفر تو لاہور کی طرف تھا جو دوران مقدمہ میں ماہ اگست ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اس دفعہ آپ لاہور میں پندرہ دن رہے۔ اس سفر میں بھی چاروں طرف سے لوگ آپ کی زیارت کے لیئے جوق جوق آئے اور سٹیشن پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اور اس تمام عرصہ میں ایک شور پڑا رہا۔ آپ کی قیامگاہ

کے نیچے صبح سے شام تک برابر ایک مجمع رہتا۔ مخالف آن آنکر گالیاں دیتے اور شور مچاتے حتیٰ کہ بعض شریروں نے تو زنانہ مکان میں گھسنے کی بھی کوشش کی جنہیں زبردستی باہر نکالا گیا۔ لاہور کے دوستوں کی درخواست پر آپ کا لیکچر مقرر ہوا جو چھاپا گیا اور ایک وسیع ہال میں وہ لیکچر مولوی عبدالکریم صاحب (مرحوم) نے پڑھکر سنایا آپ بھی پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ قریباً سات آٹھ ہزار آدمی تھے۔ اس لیکچر کے ختم ہونے پر لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کچھ زبانی بھی بیان فرمائیں اسپر آپ اسی وقت کھڑے ہو گئے اور آدھ گھنٹے تک ایک مختصر سی تقریر کی۔ چونکہ یہ ایک تجربہ شدہ بات تھی کہ آپ جہاں جاتے ہر مذہب و ملت کے لوگ آپکے خلاف جوش دکھلاتے۔ خصوصاً مسلمان کہلانے والے۔ اسلیئے افسران پولیس نے اس دفعہ نہایت اعلیٰ انتظام کیا ہوا تھا۔ دیسی پولیس کے علاوہ یوروپین سپاہی بھی انتظام کے لیئے لگائے گئے تھے جو تلواریں ہاتھ میں لیئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ چونکہ پولیس افسروں کو معلوم ہو گیا تھا کہ بعض جہلاء جلسہ گاہ سے باہر فساد پر آمادہ ہیں اس لیئے انہوں نے آپکی واپسی کے لیئے خاص انتظام کر رکھا تھا اور چند سوار کچھ فاصلہ پر آگے آگے چلے جاتے تھے اور پیچھے آپ کی گاڑی تھی۔ گاڑی کے پیچھے پھر کچھ پولیس کے جوان تھے اور اُنکے پیچھے پھر پولیس کے کچھ سوار۔ جنکے پیچھے پیادہ پولیس مین۔ اس طرح بڑی حفاظت سے آپ کو گھر پہنچایا گیا۔ اور منصوبہ بازوں کو اپنی شرارت میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ وہاں سے آپ واپس گورداسپور تشریف لے آئے۔

اواخر اکتوبر ۱۹۰۴ء میں آپ گورداسپور کے مقدمات سے گونہ فراغت پاکے قادیان آگئے۔

۲۷۔ اکتوبر کو سیالکوٹ تشریف لے گئے کیونکہ وہاں کے دوستوں نے باصرار وہاں تشریف لیجانے کی درخواست کی تھی اور عرض کیا تھا کہ آپ اپنی ابتدائی عمر میں یہاں کئی سال رہے ہیں پس اب بھی جبکہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو عظیم الشان

کامیابی عطا فرمائی ہے ایک دفعہ اس طرف قدم رنجہ فرما کر اس زمین کو برکت دیں۔ یہ سفر بھی آپکی کامیابی کا ایک بیّن ثبوت تھا۔ کیونکہ ہر ایک سٹیشن پر آپ کی زیارت کے لیئے اسقدر مخلوق آتی تھی کہ سٹیشن کے حکام کو انتظام کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اور لاہور کے سٹیشن پر تو اسقدر ہجوم ہوا کہ پلیٹ فارم ٹکٹ ختم ہو گئے اور آخر سٹیشن ماسٹر کو بلاٹکٹ ہی لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دینی پڑی۔ جب آپ سیالکوٹ پہنچے تو سٹیشن سے آپکی قیام گاہ تک جو میل بھر کے فاصلہ پر تھی برابر لوگوں کا ہجوم تھا۔ شام کے وقت ٹرین سٹیشن پر پہنچی تو سواری گاڑیوں میں چڑھتے چڑھاتے دیر لگ گئی اور آپ کی گاڑی ابھی تھوڑی دور ہی چلنے پائی تھی کہ اندھیرا ہو گیا۔ ہجوم خلائق کے سبب اور رات پڑ جانے سے اندیشہ ہوا کہ کہیں بعض لوگ گاڑیوں کے نیچے نہ آجائیں چنانچہ پولیس کو اس بات کا خاص انتظام کرنا پڑا کہ آپکے آگے آگے راستہ صاف رہے۔ سیالکوٹ کے ایک رئیس اور آنریری مجسٹریٹ پولیس کے ساتھ اس کام پر تھے۔ انکو بڑی مشکل اور سختی سے راستہ کرانا پڑتا تھا اور گاڑی نہایت ہی آہستہ آہستہ چل سکتی تھی۔ گاڑی کی کھڑکیاں کھول دی گئی تھیں بازاروں اور گلیوں میں لوگ علاوہ دو رویہ کھڑے ہونیکے دوکانوں کے برآمدوں میں بھی بھرے ہوئے تھے اور بعض تو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے کھڑکیوں کے چھجوں پر چڑھے بیٹھے تھے۔ تمام چھتوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں نے آپکی شکل دیکھنے کے لیئے ہنڈیاں اور لیمپ جلا رکھے تھے۔ اور چھتیں عورتوں اور مردوں سے پٹی پڑی تھیں جو آپ کی گاڑی کے قریب آنے پر شعلیں آگے کر کر کے آپکی شکل دیکھتے تھے اور بعض لوگ آپ پر پھول پھینکتے تھے۔ سیالکوٹ آپنے پانچ دن قیام فرمایا اور علاوہ تبلیغ کے جو آپ گھر پر ملنے والوں کو کرتے رہے۔ آپکا ایک پبلک لیکچر بھی وہاں ہوا۔ جسوقت لیکچر کا اعلان ہوا اسی وقت سیالکوٹ کے علماء نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ کوئی شخص مرزا صاحب کا لیکچر سُننے نہ جائے اور یہ بھی فتویٰ دیدیا کہ جو شخص آپکا لیکچر سُننے جائیگا اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ (یہ ایک زبردست ہتھیار اسوقت کے علمائے ہند کے پاس ہے جسکے ذریعے سے وہ جاہل مسلمانوں پر اپنی حکومت قائم رکھتے

ہیں اور جسکے لیے جھوٹی یا سچی کوئی بھی دلیل اُنکے پاس نہیں) اور اس اعلان کو ہی کافی خیال نہ کیا گیا بلکہ جس مکان میں آپ کا لیکچر تھا اسکے مقابل چند مخالف مولویوں نے اپنے لیکچروں کا اعلان کر دیا تا کہ لوگ آپکے لیکچروں میں شامل نہ ہونے پائیں اور باہر کے باہر ہی رُک جائیں۔ علاوہ ازیں کچھ آدمی لیکچر گاہ کے دروازہ پر بھی مقرر کر دیئے گئے کہ اندر جانے والوں کو روکیں اور بتائیں کہ آپکے لیکچر میں جانا گناہ ہے۔ اور بعض تو اس حد تک بڑھے کہ آنیوالوں کو پکڑ پکڑ کر دوسری طرف لیجاتے تھے مگر باوجود اسکے لوگ بڑی کثرت سے آئے اور جس وقت لوگوں نے سُنا کہ آپ لیکچر گاہ میں تشریف لے آئے ہیں تو مخالف علماء کا لیکچر چھوڑ کر وہاں بھاگ آئے اور اسقدر شوق سے لوگوں نے حِصّہ لیا کہ سرکاری ملازم بھی باوجود تعطیل کا دن نہ ہونے کے لیکچر میں شامل ہوئے۔ یہ لیکچر بھی چھپا ہُوا تھا اور مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھکر سُنایا تھا۔ دورانِ لیکچر میں بعض لوگوں نے شور مچانا چاہا۔ پولیس افسر نے جو ایک یوروپین صاحب تھے نہایت ہوشیاری سے انکو روکا اور ایک بڑی لطیف بات فرمائی کہ تم مسلمانوں کو انکے لیکچر پر گھبرانے کی کیا وجہ ہے؟ تمھاری تو یہ تائید ہی کرتے ہیں اور تمھارے رسول کی عظمت قائم کرتے ہیں۔ ناراض ہونیکا حق تو ہمارا تھا کہ جنکے خدا (مسیحؑ) کی وفات ثابت کرنے پر یہ اسقدر زور دیتے ہیں۔ غرض افسرانِ پولیس کی ہوشیاری کے باعث کوئی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ اس لیکچر میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپنے پہلی مرتبہ اپنے آپکو اہل ہنود پر اتمام حجت کرنے کے لیئے پبلک میں بحیثیت کرشنؑ پیش کیا۔

جب لیکچر ختم ہو کر آپ گھر کو واپس آنے لگے تو پھر بعض لوگوں نے پتھر مارنے کا ارادہ کیا لیکن پولیس نے اس مفسدہ کو بھی روکا۔ لیکچر کے بعد دوسرے دن آپ واپس تشریف لے آئے اور اس موقعہ پر بھی پولیس کے انتظام کی وجہ سے کوئی شرارت نہ ہو سکی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ہمیں دکھ دینے کا کوئی موقعہ نہیں ملا تو بعض لوگ شہر سے کچھ دور باہر جا کر ریل کی سڑک کے پاس کھڑے ہو گئے اور چلتی ہوئی ٹرین پر پتھر پھینکے لیکن اس کا نتیجہ سوائے کچھ شیشے ٹوٹ جانیکے اور کیا ہو سکتا تھا؟

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

اخبار احمدیہ

قادیان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سلمہ اللہ تعالیٰ نے علاوہ مردوں اور عورتوں کو درس قرآن دینے کے اب حدیث (صحیح مسلم) کا درس بھی شروع کیا ہوا ہے اور روزانہ بعد نماز صبح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کلام سے بے بہا موتیوں کے خزائن تقسیم فرماتے ہیں۔ ترجمۃ القرآن پاک کے دوسرے پارے کا کام شروع ہے متن کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے نوٹوں کو پوری تحقیق و چھان بین کے بعد احاطہ تحریر میں لایا اور اردو سے انگریزی لباس پہنایا جا رہا ہے امید ہے کہ دوسرا پارہ انگریزی و اردو میں انشاء اللہ جلد شائع ہو جائیگا۔

انگلستان داعی اسلام قاضی عبداللہ صاحب بی۔اے۔بی ٹی لکھتے ہیں کہ وہ تقریر سے تحریر سے ملاقاتوں سے نیز اخبارات کے قائم مقاموں سے گفتگو کر کے اسلام و احمدیت کی اشاعت میں پوری کوشش و تندہی سے مصروف ہیں۔ اخبار ایوننگ ٹائمز اور سینٹ جیمز گوٹ کے قائم مقام نے قاضی صاحب سے ملاقات کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات و عقائد شائع کیے ہیں۔

ٹائمز لنڈن۔ روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف۔ گلاسگو ٹائمز نے ہمارے انگریزی ترجمۃ القرآن پر نہایت عمدہ ریویو کیے ہیں۔

قاضی صاحب کو دو مختلف سوسائٹیوں کی طرف سے مدعو کیا گیا ہے کہ وہ تعلیم اسلام کا خلاصہ اور سوانح حضرت احمد اسلامی معلم اعظم پر تقریریں فرمائیں۔

ہمارے قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ہائیڈ پارک میں جا کر لیکچر دیا کرتے ہیں۔ اور جمعہ انکے مکان پر ہوتا ہے وہ ترجمۃ القرآن کی فروخت کا کام اطالوی احمدی بھائی مسٹر بشیر کوریو کی مدد سے مستعدی کے ساتھ کر رہے ہیں ملک بیرالیون سے ۲۵ درخواستیں آئی ہیں۔

ماریشس مبلغ احمدیت حضرت مولوی غلام محمد صاحب بی۔اے اپنی کامیاب تبلیغ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مستحکم بنیادیں قائم ہو جانے کے بعد اب حضرت خلافت مآب کے ارشاد سے انگلستان تبدیل کیے جانے والے ہیں اور انکی جگہ مولوی عبیداللہ

صاحب فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ بھیجے جائیں گے ؛

سیلون راون کے جزیرہ میں ملاؤں نے سلسلہ کی مخالفت پورے زور سے شروع کی ہوئی ہے اور حکام کو ہر طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے اور احمدیوں کو دھمکیاں دیجا رہی ہیں کہ وہ انکو اپنے قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دینگے مگر اس مخالفت کا اثر بفضلہ تعالےٰ اشاعت احمدیت کے لیئے مفید ثابت ہوتا ہے تعلیم یافتہ مسلمانوں کا حصہ کثیر دل میں احمدی ہو چکا ہے صرف اسکے اظہار کے لیئے موقعہ کے منتظر ہیں۔ بعض وجوہات سے واعظین کا بھیجنا کچھ عرصہ کے لیئے ملتوی ہوگیا ہے ؛

نائیجیریا برادر محمد آگنو نائیجیریا سے لکھتے ہیں۔ "آپ کا دلچسپ نوازشنامہ پہنچا۔ پورے غور اور دعا و استخارہ کے بعد میں نے اور میرے (۲۰) دوستوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو جائیں۔ اس امر کی سیدنا حضرت خلافت مآب کے حضور اطلاع کر دیجائے۔ اب جبکہ میں احمدی ہوگیا ہوں۔ میں اسکو اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ احمدیت کو اگر تمام نائیجیریا میں نہیں تو کم از کم اس ملک کے بیشتر حصہ پر پھیلا ہوا دیکھوں۔ میرے بعض دوست تو اپنی زندگیاں اشاعت دین کے لیئے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ اور اگر میری غیر حاضری میں مدرسہ کا اچھا انتظام ہو سکتا تو میں تعلیم دینی کی تحصیل و تکمیل کے لیئے قادیان حاضر ہوتا۔"

سیرالیون مولوی صدر الدین صاحب سیرالیون سے لکھتے ہیں "میں چھ آدمیوں کے بیعت فارم بھجواتا ہوں انکو حضرت خلافت مآب کے قدموں پر رکھ دیجیئے اور میں چاہتا ہوں کہ پوری طرح تیار ہوکر تبلیغ دین کروں میرے نائیجیرین بھائی بہت کوشاں ہیں اور غالباً وہ دوڑ جیت جائینگے۔"

متفرق کنانور ملا بار میں نماز عید مولوی محی الدین صاحب نے راجہ اراکال کے محل کے قریب پڑھائی خطبہ میں غیر احمدی بھی شامل ہوئے۔ گورنمنٹ عالیہ کا احسان ہے کہ احمدی پورے طور پر امن میں ہیں ہندوستان و پنجاب کے مختلف مقامات میں احمدی واعظین تبلیغ میں معروف ہیں اور قادیان سے بھی مبلغین باہر جلسوں پر جا رہے ہیں۔ اسوقت مفتی محمد صادق صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب اور میر محمد اسحٰق صاحب سرگودھا گئے ہوئے ہیں ؛

سلسلہ عالیہ احمدیہ انگلستان میں

ذیل کی سطور لنڈن کے نامور اخبار ایوننگ ٹائمز و سینٹ جیمز گزٹ بابت ۲۳ اگست سے بدیں غرض ترجمہ کیجاتی ہیں کہ ہمارے ناظرین سلسلہ حقہ کے ساتھ اہل مغرب کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو ملاحظہ کر کے ترقی اسلام کی امداد کیلئے کوشاں ہوں ۔ (ایڈیٹر)

'اہل لنڈن کے لیئے تازہ مذہب'

'نئے مسیح کا ایک حواری بلومزبری میں'

'احمدیت'، حضرت مسیح کی قبر سری نگر کشمیر میں'

"قاضی عبد اللہ صاحب اسوقت بلومزبری میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لیئے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ یوز آسف (مسیح موعودؑ) کے چھ پیرو اس شہر میں پیدا ہوگئے ہیں اور ہندوستان میں تو انکی تعداد پانچ لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے ۔

قاضی عبد اللہ صاحب اور انکے ہم مذہب لوگوں کا اعتقاد ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام ایک عظیم الشان نبی تھے۔ جو صلیب پر مرے نہیں بلکہ صرف ان پر غشی کیحالت طاری ہوگئی تھی۔ اور جس قبر میں وہ رکھے گئے۔ اس سے نکلکر افغانستان اور ہندوستان کی طرف چلے آئے تاکہ بنی اسرائیل کی گم شدہ قوموں کو بھی منادی کریں۔ اور جب انکا دنیاوی مشن پورا ہوگیا۔ تو مرنے کے بعد محلہ خانیار میں دفن کیئے گئے۔ جو کشمیر میں ہے۔ وہاں ابتک وہ یوز آسف (یسوع گم شدہ بھیڑوں کا جمع کرنے والا) شہزادہ نبی۔ اور نبی صاحب کے ناموں سے مشہور ہیں ۔

سلسلہ احمدیہ کے عقائد کا یہ ایک حصہ ہے جو اوپر بیان ہوا ۔

مسیح کی آمد ثانی قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یوز آسف (یسوع مسیح) دوبارہ دنیا میں آئے اور ۸۷ سال ہندوستان میں رہ کر پھر خداوند تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ وہ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے وجود میں ظاہر ہوئے۔ اور مئی ۱۹۰۸ء تک زندہ رہے یہانتک کہ خدا نے انکو اپنے پاس بلالیا۔ قاضی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عیسائیوں کے لیئے مسیح۔ مسلمانوں کے لیئے مہدی اور ہندوؤں کیلیئے اوتار تھے۔ اکثر مسلمانوں کا یہ خیال تھا۔ کہ مہدی تلوار لیکر آئیگا اور جہاد کریگا۔ لیکن قاضی صاحب نے ایوننگ سٹینڈرڈ کے ایک نامہ نگار سے کہا کہ ہم امام مہدی کو ایک ایسا شخص

مانتے ہیں جو **صلح کا شہزادہ** ہوگا۔ ہمارے اور عیسائیوں کے اعتقاد میں صرف اتنا فرق ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ بجسد عنصری آنیکے قائل نہیں۔ ہاں روحانی طور پر آنیکے قائل ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یوز آسف کی قبر جو سری نگر میں ہے وہی مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور کہ مرزا غلام احمد کے آنے سے مسیح کی آمد ثانی بھی پوری ہوگئی۔ کسی شخص کا دوبارہ دنیا میں آنا پہلے کی خُو بُو پر آنا ہوتا ہے جسمانی لحاظ سے نہیں ہوتا۔

کُتے کے کاٹے کا یقینی علاج مرزا صاحب ایک اعلیٰ درجے کے مصنف تھے۔ آپ نے ستّر کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور آپکی مشہور کتاب براہین احمدیہ میں ۳۰۰ دلائل حقیقتِ اسلام کی تائید میں موجود ہیں۔ مرزا صاحب کے مریدوں کا اعتقاد ہے کہ وہ معجزے بھی بہت دکھاتے تھے۔ اور دعا سے بھی علاج کرتے تھے۔ قاضی عبداللہ صاحب ایک حیرت انگیز واقعہ سُناتے ہیں۔ کہ ایک نوجوان لڑکے کو دیوانے کُتے نے کاٹ کھایا۔ شملے میں بڑی احتیاط سے علاج کرایا گیا۔ مگر کچھ آرام نہ ہوا۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر سوائے اسکے کچھ نہ کرسکتے تھے کہ کوئی جلد جان نکالنے والی دوائی پلا دیتے۔ تب مرزا صاحب نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ اور آپکی دعا سے وہ لڑکا بھلا چنگا ہوگیا اور ابتک تندرست اور زندہ موجود ہے۔

تمام ہادیانِ دین پر ایمان سلسلۂ احمدیہ کی تعلیم بہت ہی سیدھی سادی اور نہایت اعلیٰ ہے۔ احمدی لوگ برھما۔ کنفیوشس زرتشت رام اور کرشن سب کو نبی مانتے اور خدا کو واحد جانتے ہیں اور جیسا کہ قاضی صاحب فرماتے ہیں مذہب کا مدعا یہ ہے کہ ہم خدا کو پہچانیں اور اسکو اسکی صفات کے ساتھ مانیں۔ تاکہ ہمیں اس سے محبت پیدا ہو۔ اور ہم ترک معاصی کریں۔ اور گناہوں کے پنجے سے مخلصی پائیں۔

ڈاکٹر ڈوئی سے مقابلہ لیکن احمدیت کا اثر بھی بڑا زبردست ہے جب ڈاکٹر ڈوئی نے ایلیا ہونیکا دعویٰ کیا اور کہا کہ اگر تمام مسلمان صلیب کے آگے سر تسلیم خم نہ کردینگے۔ تو میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ وہ سب ہلاک ہوجائینگے۔ اسپر احمد (علیہ السلام) نے اسکو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور کہا کہ تم تو مسلمانوں کی موت چاہتے ہو آؤ ہم دونوں دُعا کریں۔ تم اپنے خداوند سے دعا کرو۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاوے۔ لیکن ڈوئی نے اس چیلنج کو منظور نہیں کیا۔ ہاں شکاگو کے اخبارات میں یہ مشتہر کردیا۔ کہ وہ یعنی احمد (نعوذ باللہ) ایک کیڑی کی مانند ہے اور اگر میں اسپر اپنا پاؤں رکھدوں تو کچلا جائیگا۔

ڈوئی کیوں مرگیا؟ یہ بات احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پسند نہ آئی۔ آپنے ارادہ کرلیا۔ کہ جو سزا اسکے لئے تجویز ہوچکی ہے وہ اس سے بچکر نہ جاوے چنانچہ آپنے مغرب کے جھوٹے نبی کو لکھا کہ اب خواہ تم چیلنج منظور کرو ۴

۴ یا نہ کرو۔ تم میری زندگی میں ہی دُکھ اور عذاب کی موت سے مروگے۔۔۔۔ اور آخر یہی ہُوا کہ احمد جیت گیا۔

ٹیچنگز آف اسلام

پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِّ نظر رکھ کر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھ کر اس کتاب یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی (یا تقریر جلسہ اعظم مذاہب) انگریزی ترجمہ کر کے ولایت میں چھپوایا گیا ہے۔ اور اس کی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ۔ امریکہ۔ جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کے لیئے یہاں بھی منگوائی گئی تھیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں اور تبلیغ اسلام کے لیئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کر کے اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔ قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود ۲۰۰ صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے۔ یعنی صرف عہ بے جلد کی قیمت ۱۴ؕ ار محصولڈاک اس کے علاوہ۔ اردو کی قیمت ۵ ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

براہین احمدیہ مکمل چار جلد

حضرت اقدس مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی سب سے پہلی بے نظیر تصنیف جسمیں تمام اسلامی اصولوں پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور نہایت پُرزور عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ صداقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منجانب اللہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے جواب کے لیئے دس ہزار روپے کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا تھا۔ مگر ابتک کسی مخالف اسلام کو جواب دینے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پہلے اس کتاب کی قیمت صہ رتھی مگر پبلک کے فائدہ اور ہمدردی کے خیال سے اب صرف عہ ر کر دی ہے۔

درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

بورڈران کے سرپرستوں کو ضروری اطلاع

مجھے ایک چٹھی کے ذریعہ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے اطلاع کی ہے۔ کہ مَیں اخباروں میں اس قسم کا اعلان کردوں۔ کہ بورڈ ناٹ سے طلباء کا تمام روپیہ جو خرچ خوراک طلباء کے بیٹے آتا ہے۔ وہ میرے نام (یعنی محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پتہ سے آنا چاہیئے) کیونکہ ہیڈ ماسٹر صاحب یا دیگر احباب کو جن کے نام روپیہ آتا ہے انکو اِدھر اُدھر تقسیم کرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس واسطے تمام ایسے احباب کی خدمت میں جو طلباء کا خرچ خوراک ارسال کرتے ہیں۔ مَیں انکو اطلاع کرتا ہوں۔ وہ روپیہ میرے نام ارسال کیا کریں۔ اور کوپن پر اس بات کی تشریح کریں۔ کہ روپیہ فلاں طالب علم کے نام درج کیا جاوے۔ اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس کی طرف سے جو کارڈ طلباء کے والدین کی خدمت میں ارسال کیئے جاتے ہیں۔ اگر ان پر لکھا ہُوا ہو۔ کہ سپرنٹنڈنٹ کے نام روپیہ بھیجا جاوے۔ اس کی بجائے یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ روپیہ محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال کیا جاوے کسی خاص شخص کے نام ہرگز نہ بھیجا جاوے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب یا سپرنٹنڈنٹ کے نام روپیہ ارسال کرنے پر تکلیف ہوتی ہے۔ کہ انکا کاروبار میں بہت حرج ہوتا ہے۔ پس سب روپیہ بورڈران کا میرے نام بھیجا جاوے۔ اور پھر کوپن پر تشریح کیجاوے کہ کس طالب علم کے نام روپیہ لکھا جاوے۔ تاکہ روپیہ امانت میں نہ پڑا رہا کرے کیونکہ کوئی رقم خزانہ میں بغیر تفصیل کے داخل نہیں ہوسکتی ہے۔ والسلام

محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

باہتمام بھائی بہادر سنگھ منیجر و پرنٹر ذریعہ ہند پریس امرتسر میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کیلیئے چھاپا گیا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۵ — بابت نومبر ۱۹۱۶ء — نمبر ۱۱

مطابق محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

چندہ سالانہ

[illegible]

فہرست مضامین

عربی قاعدہ یسرنا القرآن مکمل

یہ قاعدہ کچھ دنوں سے فروخت ہو گیا تھا - اور پھر چھپنے تک - اکثر لوگوں کی درخواستیں بلا تعمیل پڑی رہنے سے شائقین قرآن مجید کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی - اب خدا کے فضل سے چھپکر دفتر میں پہنچ گیا ہے - اسلیئے وہ لوگ جو قرآن مجید پڑھانے کی خاطر اس بے نظیر قاعدہ کو خریدنا چاہتے ہیں وہ جلد درخواستیں بھیجدیں - اخراجات کے متعلق یہ عرض ہے کہ کاغذ کی سخت گرانی ہے آج سے ایک سال پہلے کی نسبت کاغذ کی قیمت اڑھائی گنے کے قریب زیادہ ہو گئی ہے - چنانچہ ۱۹۱۳ء میں دسہزار قاعدہ کے سارے اخراجات کیلئے چھ سو روپے کی منظوری تھی لیکن اب صرف کاغذ پر سوا چھ سو روپیہ خرچ آیا ہے - دیگر اخراجات لکھائی چھپائی وغیرہ علاوہ ازیں ہیں - اس لیئے اس دفعہ قاعدہ کی قیمت بجائے ۲ر کے ۳ر رکھنی پڑی ہے جو اس قاعدہ کی خوبیوں کے مقابل زیادہ نہیں - ملنے کا پتہ - **دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور**

شرح اُجرت اشتہارات ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		چوتھائی صفحہ		ایک سطر	
	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو
سالانہ	للعہ	للعہ	معہ	معہ	معہ	معہ	سے/	سے/
ششماہی	معہ	معہ	معہ	معہ	عہ	عہ	۱۲/ عمر	۱۲/ عمر
سہ ماہی	معہ	معہ	عہ	عہ	کر/	کر/	عہ/	عہ/
ایک دفعہ	بے	بے	للعہ/	للعہ/	سے/	سے/	۸/	۸/

تمام درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

ڈاکٹر کی ہدایت

باٹلی والا کی ایک ایک گرین کونین کی گولیاں قیمت یکصد گولی ۱۲/ باٹلی والا کی دو دو گرین کی گولیاں قیمت یکصد گولی عہ/ باٹلی والا کا عرق جو روزانہ بخار موسمی بخار اور زکام کیلئے مفید ہے قیمت عہ/ باٹلی والا کی مقوی گولیاں جو چہرہ کی زردی ضعف اعصاب وغیرہ کو مفید ہیں قیمت عہ/ باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۴/ باٹلی والا کا داد کا مرہم جو پھوڑے پھنسیوں کیلئے مفید ہے قیمت ۴/

تمام بڑے بڑے دوافروشوں سے یا ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں -

Dr H. D. Batli wala and Sons Dorly Bombay

دد